تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ ۲۵ رمئی ۲۰۰۳ء

فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ

كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ (سورہ رعد: آیت ۱۷)

جو جھاگ ہے وہ اُڑ جایا کرتا ہے اور جو چیز انسانوں کے لئے نافع ہے وہ ٹھہر جاتی ہے

اس طرح اللہ مثالوں سے (اپنی بات) سمجھاتا ہے۔

مہد دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

Rs.7/-

Regd. No- LW/NP/63

MAY . 2003

Fortnightly

Tameer-e-Hayat

Nadwatul Ulama, Lucknow-226 007

R.N.I. No- UP.URD/2001/6071

Vol.2, Issue No: 4

دور حاضر کا اہم سوال

معصوم بچوں کو کفر و شرک سے کیسے بچایا جائے؟ اس ایمان سوز دور میں معصوم بچوں کے ذہنوں کو کفر و شرک کے زہریلے اثرات سے کیسے محفوظ رکھا جائے اور ان کے دل و دماغ میں ایمان کی تخم ریزی کیسے کی جائے تاکہ وہ بچے مستقبل میں ایک سچے اور پکے مومن کی حیثیت سے زندگی گزار سکیں۔ اس کے لئے آپ مکتبہ دین و دانش مکارم نگر سے فوراً رابطہ قائم کیجئے۔ مکتبہ نے چھوٹے بچوں کے لئے بہت ہی دلنشیں اور آسان زبان میں یہ کورس تیار کیا ہے جو بڑے اداروں مدرسوں میں آزمایا جا چکا ہے۔ مکمل سیٹ سو روپے خرچ مزید ۳۰ روپے بتا جروں کے لئے خصوصی رعایت (بعد کیشن) پانچ ہزار کی نقد خریداری پر ۳۰٪ قصد رعایت۔ منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ "Maktaba Deen Wa Danish" کے نام روانہ کیجئے۔ مکتبہ دین و دانش مکارم نگر لکھنؤ۔ 226020

فون 0522-2740256 موبائل۔ 0-9415005204

Ph:226657

FIT & CO.

Since: 1916

SPECIALIST IN

Suits & Sherwani

Near:- Sardar Sons,

At:Nazirabad, LUCKNOW.

Ph. Nos 2260433- 2242946

جدید و دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے

ہمارے شوروم میں

آپ کا خیر مقدم ہے

گہنہ پیلیس

Gahna Palace

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

طلباء اور تاجران کتب کے لئے خاص رعایت

ہر قسم کے قرآن مجید مترجم، غیر مترجم، حمائل، قاعدے پارے، پنج سورے، عربی، فارسی، اردو کی درسی غیر درسی نیز ہائی اسکول انٹر، جامعہ اردو علی گڑھ کی گائیڈ اور گیس پیپر وغیرہ بہترین اور مناسب قیمت میں ہم سے طلب کریں۔

نوٹ: آپ اپنی ضرورت کی کتب بذریعہ ڈاک بھی طلب کر سکتے ہیں۔

تاج

اسلامک جنتری دستیاب ہے

طلب کریں۔ قیمت ۵۱/-

تاج بکڈپو، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز

اعلیٰ کوالٹی۔ جدید ترین فیشن کے

Shirt, Trousers Coat Suits, Embroidered, Sherwanis, Pullowrre, Jackets, Kurta, Vastecoal suit, Night suits& ties

شادی بیاہ، تیوہار اور پارٹی کے موقع کے لئے شاندار ذخیرہ

تشریف لائیں

MEN MARK®

Men's Exclusive

58,Halwasia Market,

Hazratganj, Lucknow

Ph.: Shop:216948 Resi.: 227443

ہردینا

حسنی فارمیسی

چشمہ ساگر

ہمارے یہاں کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے۔

AUTO REFRECTO METER AR-860

فوراً کمپیوٹر کے ذریعہ لینس پاور کی جانچ ریڈی لینس لینس بادہ اور دھوپ کے چشموں کا قابل اعتماد مرکز

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشن۔ اے۔ رحمن (علیگ)

شنکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتمد گنج، اعظم گڑھ

Office Ph. No 2787250 (Ext.) 18, Guest House - 2323864 Fax No- 0522-2787310,2788376

Printed And Published by Athar Husain on behalf of Nadwatul Ulama at Parekh Press Tagore Marge, Lucknow-U.P.

Editor : Shamsul Haq Nadwi

ایک زندہ حقیقت جو زمانہ سے ہے مستور!

"فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ" (جو جھاگ ہے وہ بیکار چلا جاتا ہے اور جو لوگوں کو نفع پہونچانے والی چیزیں ہیں وہ زمین میں باقی رہتی ہیں)

قرآن مجید کی اس آیت میں ایک ایسی معجزانہ اور ابدی حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے جس کا تعلق ہر فرد و جماعت اور معاشرہ سے ہے، یہ بقاء اصلح کا وہ فطری قانون ہے جس پر افراد اور جماعتوں کی ترقی کا دارومدار ہے اور جس میں کسی کی حق تلفی کے بغیر وہ اپنا جائز مقام حاصل کر سکتی ہیں، یہ اس بات کا اعلان ہے کہ اگر کسی کے جیب و دامن میں انسانیت کے لئے متاع ہے تو پھر اس کو ہرگز مایوس نہ ہونا چاہئے اس کی یہ صلاحیت اور دولت اس کے لئے خود راہ کے کانٹے ہٹائے گی، اور ترقی کے دروازے کھولے گی، ناممکن اور محال سمجھی جانے والی چیزیں نہ صرف ممکن بلکہ آسان و خوشگوار ہو جائیں گی، قیاسات اور اندازے غلط ثابت ہوں گے اور مختصر یہ کہ وہ سب کچھ ہوگا جس کا تصور بھی اس وقت مشکل معلوم ہوتا ہے، لیکن اگر انسان ہر کمال سے عاری، ہر ہنر سے خالی ہے اور اس کے پاس لینے کے لئے تو بہت کچھ لیکن دینے کے لئے کچھ نہیں ہے تو دنیا کے پاس بھی اس کے لئے وقت نہیں ہے اگر وہ مجبور ہے تو دنیا بھی معذور ہے، وہ اس کے لئے کسی رعایت اور نرمی سے کام نہ لے گی اور اس کو کبھی عزت کی جگہ نہ دے گی۔

"أما ما ينفع الناس" (یعنی انسانوں کو فائدہ پہونچانے کی صلاحیت) ایک ایسی صفت اور ایسی شرط ہے جس کا نتیجہ ہمیشہ "فيكمث في الأرض" (یعنی بقاء و دوام) ہی کی شکل میں ظاہر ہوگا، حالات کی سازگاری، مخالفین کی کثرت، بے اثری، اور نامقبولیت کا شکوہ صرف وہی لوگ کرتے ہیں جن کو خود اپنے اوپر اعتماد نہیں ہوتا، جو اپنی طرف سے مطمئن نہیں ہوتے جو انسانوں سے صرف لینا چاہتے ہیں دینا نہیں چاہتے جن کے پاس کوئی پیغام نہیں ہوتا، اور جن کے اندر از خود کوئی کمال نہیں ہوتا، فرد ہو یا جماعت دونوں سطح پر ہم کو ایسی مثالیں بکثرت ملیں گی۔

دینی، اصلاحی اور اجتماعی کام کرنے والوں کو ایک لمحہ کے لئے بھی اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہئے کہ انسانیت کی آغوش صرف اس شخص کے لئے وا ہے اور اس کا دیدۂ و دل صرف اس کے لئے "فرشِ راہ" ہے جس کے سینہ میں "مادِ تمام" پوشیدہ ہے۔

(مولانا سید محمد الحسنیؒ)

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ اشاعت کے ۲۷ سال

جلد نمبر ۴۰ — شمارہ نمبر ۱۴

۲۵ مئی ۲۰۰۵ء مطابق ۲۲ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

زیر سرپرستی:

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

نگران خصوصی:

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام: مولانا شمس الحق ندوی

رئیس التحریر: امین الدین شجاع الدین

معاون: ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

معاون: محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

- مولانا نذر الحفیظ ندوی
- مولانا عبداللہ حسنی ندوی
- مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

زر تعاون

سالانہ -/۱۵۰ — فی شمارہ -/۷

ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک -/۳۵ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک -/۲۰ ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں۔

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayaat

Post Box. No-93, Nadwatul Ulama, Tagore Marg, Lucknow-226007

فون (دفتر) 18 (Ext) 2787250 مہمان خانہ 2740151 (0522)

Website : www.nadwatululama.org

E-mail : nadwa@sancharnet.in

thetameer-e-hayat@nadwatululama.org

مضامین و مندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط و کتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پاریکھ لیتھو پریس، نخاس لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات محلہ سجاد، مطبع دارالمصنفین ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

● رئیس التحریر کی میز سے		
راستے بند نہیں	امین شجاع	۲
● اداریہ		
حالات کے صحیح تجزیہ اور حق پر مبنی حکمت عملی کی ضرورت	مولانا محمد رابع حسنی ندوی	۳
● فکر امروز		
سرمایۂ ایمان کے بغیر تو ایک بے روح جسم ہے	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۵
● تعمیر حیات کے فائل سے		
سیرت سازی کی ضرورت و اہمیت	مولانا ابوالعرفان خاں ندوی	۶
● احکام و مسائل		
فقہی سوال و جواب	مفتی طارق ندوی	۷
● اعجاز قرآن		
قرآن: ایک سدا بہار معجزہ	مولانا عبداللہ عباس ندوی	۸
● حاصل ملاقات		
اللہ کی غیرت کو گوارا نہیں ہے کہ اسلام اس سرزمین سے مٹ جائے	ا۔ ش	۱۱
● تزکیہ و ارشاد		
قلب سلیم ہی اصل ہے	مولانا عبداللہ حسنی ندوی	۱۳
● حدیث کی روشنی		
محبت رسول اور اسوۂ صحابہ	مولانا بلال حسنی	۱۵
● اصلاح معاشرہ		
عائلی تنازعات کا شرعی حل	مولانا عتیق احمد قاسمی	۱۶
● محاسن اسلام		
اسلام کا نظام نظافت و طہارت	مولانا محمود حسن حسنی	۲۰
● عظمت رفتہ		
ابن رشد	جناب شاہد عماد	۲۲
● شعر و سخن		
سرکشوں کو الٰہی نہ کرے رام	مولانا محمد ثانی حسنی	۲۴
● دین و ادب		
ادعیہ ماثورہ کی ادبی حیثیت	مولانا الیاس ندوی	۲۵
● روداد		
رابطہ ادب اسلامی کا بیسواں سیمنار	مولانا اقبال احمد ندوی	۲۷
● خصوصی مضمون		
رحمت عالمؐ	مولانا محمد واضح رشید ندوی	۲۹
● ایک رپورٹ		
مدرسہ عربیہ تجوید القرآن کالنجر	مولانا خالد ندوی	۳۱
● آخری صفحہ		
ایک انوکھا واقعہ: مولانا محمد پالن حقانی	رئیس التحریر	۳۲

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ اس شمارے کے ساتھ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے، ازراہ کرم سالانہ زر تعاون ۱۵۰ روپے ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

رئیس التحریر کی میز سے

راستے بند نہیں

• امین الدین شجاع الدین

ثقافتی میدان کی ایک معروف شخصیت نے راقم الحروف کو اپنا ایک ذاتی واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ وہ بذریعۂ کار اپنے ایک گلوکار کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔۔۔ ان کے جی میں آیا کہ کیوں نہ دوران سفر وہ اپنے گلوکار کو ایک دوسرے معروف گلوکار نصرت فتح علی کی آواز میں گائی ہوئی غزل سنائیں۔۔۔ چنانچہ انھوں نے ٹیپ آن کر دیا۔۔۔ غزل کے ختم ہونے پر انھوں نے اپنے گلوکار سے پوچھا کہ بتاؤ یہ آواز تمہیں کیسی لگی؟ ۔۔۔ اس پر تو وہ کچھ دیر خاموش رہا پھر اس نے کہا ''صاحب! بڑے سکون سے گا رہا ہے''۔۔۔ انھوں نے پوچھا کہ ''سکون'' سے کیا مراد ہے؟۔۔۔ اس گلوکار نے جواب دیا کہ صاحب! اگر مجھے بھی اپنے بال بچوں کی رہائش کے لئے ایک کمرہ مل جائے تو دیکھئے کہ اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے ''سکون'' کی بدولت میری آواز بھی کیسی میٹھی اور سریلی ہو جائے گی!۔۔۔

ہے تو یہ ایک لطیفہ لیکن اس میں زندگی کی ایک تلخ حقیقت کی نشان دہی موجود ہے۔ ایسی تلخ حقیقت جو زندگی سے سکون کو بے دخل کر دے اور اس میں تلخی کو گھول دے۔ ایسی ''تلخیوں'' کی مختلف شکلیں اور صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ان میں سے ایک ہے معاش کی تنگی، جس کی طرف اس گلوکار نے اشارہ کیا۔ لیکن اس کے علاوہ اور بھی تلخ حقائق ہو سکتے ہیں جو کام کرنے والوں کی راہ میں حائل ہوتے ہیں اور نتیجہ میں کام کرنے والوں کو وہ مطلوبہ ''سکون'' میسر نہیں آتا جس کو نصرت فتح علی کی گائی ہوئی غزل کی آواز میں اس گلوکار نے محسوس کیا تھا۔۔۔ مثلاً ان میں سے ایک چیز ہے بدخواہوں کی بدخواہی، خواہ مخواہ کی عداوت و مخاصمت اور قدم قدم پر رکاوٹیں اور مزاحمتیں کھڑی کرنے کا مزاج۔۔۔ بدخواہوں کی یہ ادا اس وقت اور زیادہ پریشان کن بن جاتی ہے جب انکی ان حرکتوں پر نفاق کا پردہ بھی پڑا ہوا ہو۔۔۔ منہ میں رام رام اور بغل میں چھری کا ماحول قائم رکھنے میں وہ مہارت بھی رکھتے ہوں۔ صورتحال اس وقت اور زیادہ سنگین بن جاتی ہے جب خدا سے بے خوفی کا احساس بھی جاتا رہے۔ شاعر نے تو کہا تھا کہ وہ موج حوادث سے ہنستا کھیلتا ہوا گزر جاتا ہے اور اگر اسکی راہ میں دشواریاں نہ ہوں تو ایسی صورت میں اس کے لئے راہ دشوار ہو جائے گی۔ گویا دوسرے لفظوں میں مشکلات اس کیلئے تازیانہ کا کام کرتی ہیں۔ لیکن یہ ایک ایسی صورتحال کی عکاسی ہے جب واسطہ ظاہر و باطن میں فرق رکھنے والوں سے نہ پڑ رہا ہو۔ ورنہ جو کیفیت ہوتی ہے اس کی ترجمانی کسی دل جلے شاعر نے کی اور خوب کی کہ۔

دیکھا جو تیر کھا کے کمین گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

آج ملت کو جو صورتحال درپیش ہے وہ یہ ہے کہ اس کی کشتی طوفان میں گھری ہوئی ہے۔ لیکن یہ افسوسناک صورتحال اس وقت شرمناک بن جاتی ہے جب یہ محسوس ہونے لگے کہ طوفان خود کشتی کے اندر بھی ہے گویا ایک داخلی طوفان ہے اور دوسرا خارجی۔۔۔ خارجی طوفان کے مقابلے میں داخلی طوفان زیادہ خطرناک ہے۔۔۔ افسوس کہ وہ ملت جس کو قدم قدم پر اجتماعیت کا سبق پڑھایا گیا ہو، اسی ملت کے افراد عموماً دینا کے پلیٹ فارم پر حکومت کے ایوانوں سے لے کر معمولی دفاتر تک میں انتشار کا مظاہرہ کر رہے ہیں اقتدار کی مسندوں اور حکومت کے ایوانوں کی بات جانے دیجئے،۔۔۔ ایک معمولی دفتر میں کام کرنے والے ایک معمولی شخص کو جب اپنے ساتھیوں سے عدم تعاون ہی کا نہیں بلکہ بدخواہی کا تجربہ ہوتا ہے تو وہ بھی اپنے احساسات کی ترجمانی کے لئے اسی دل جلے شاعر کی زبانی پکار اٹھتا ہے۔

دیکھا جو تیر کھا کے کمین گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

واقعہ یہ ہے کہ جس دور سے ہم گزر رہے ہیں، وہ دور۔۔۔ دور انتشار ہے اور اس دور کا ساقی گرنے والوں کو تھام لینے کا کام نہیں کرتا بلکہ اس کا کام نشہ پلا کے گرانا ہے۔

میں یہ سطریں لکھ رہا ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ میں نے مرض تو بیان کر دیا، اب اسکا علاج کیا لکھوں، دیکھتا کیا ہوں کہ کہیں سے بہتے ہوئے پانی کا ایک ریلا آیا۔۔۔ پانی بہہ رہا ہے، اس کے راستے میں روڑے ہیں، پتھر ہیں لیکن بہتا ہوا پانی ان پتھروں سے بچتا بچاتا اور اپنی راہ بناتا ہوا آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔۔۔ مجھے محسوس ہوا کہ راہ کے پتھروں سے بچتا بچاتا اور اپنی راہ بناتا ہوا یہ بہتا ہوا پانی بھی اپنے اندر ایک سبق رکھتا ہے۔۔۔ فطرت کا ایک سبق۔۔۔ یعنی حتی الامکان تصادم اور ٹکراؤ سے بچنے اور گریز کرنے کا سبق!! بہتے ہوئے پانی کی اس ادا میں جمال کا پہلو ہے، یہ اور بات ہے کہ یہی پانی جب اپنی روانی اور جولانی پر آتا ہے تو پھر پتھر کی سل کو بھی چیر کر رکھ دیتا ہے اور اس طرح اپنے جلال کے پہلو کو بھی آشکارا کر دیتا ہے۔۔۔ لیکن اچھا یہی ہے کہ جمال کا پہلو غالب رہے۔۔۔ کنول کے پھول کی طرح جو اگرچہ کیچڑ میں کھلتا ہے لیکن جس کی پنکھڑیوں کی شفافیت اور ان کا اُجلا پن بس دیکھتے ہی بنتا ہے!

سوچتا ہوں کہ آدمی کنول کے پھول کو دیکھے اور اس اللہ پر ایمان و اعتماد رکھے جو کیچڑ سے ایک شفاف اور اُجلی اُجلی پنکھڑیوں والے کنول کے پھول کو اُگانے پر قادر ہے۔ سبحان تیری قدرت! جو گوبر اور خون کے درمیاں سے اپنی مخلوق کو خالص دودھ پلاتا ہے۔ (سورہ النحل: ٦٦)

پتھروں سے بچتا بچاتا بہتا ہوا پانی یہ پیغام دے رہا ہے کہ چلنے والے کے لئے راستے بند نہیں۔ تصادم سے بچتے ہوئے بھی وہ اپنا راستہ بنا سکتا ہے۔

☆☆☆

اداریہ

حالات کے صحیح تجزیہ اور حق پرستانہ حکمت عملی کی ضرورت

(حضرت مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على أشرف المرسلين وخاتم النبيين سيدنا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين وبعد

امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ نے خیر امت بنایا ہے، لیکن خیر امت کا یہ مقام محض کوئی نام یا تعارف کی علامت نہیں ہے، بلکہ یہ بڑی ذمہ داری اور اہم فریضہ کی ادائیگی کا عنوان ہے، اور وہ یہ ہے کہ حق باتیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید اور اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کو بتائی ہیں ان کو وہ خود بھی اپنی زندگی میں جاری کریں اور دوسروں کو بھی وہ باتیں بتائیں، اور اس بات کی فکر کریں کہ دوسرے ان باتوں کو سمجھیں اور قبول کریں اس میں کسی پر زور و زبردستی کرنا نہیں، بلکہ صرف توجہ دلانے اور دوسروں کے علم میں لانے اور ان کے سمجھنے کے لائق طریقہ سے ان کے لئے واضح کرنے کا فریضہ انجام دینا ہے۔

کسی پر حق باتوں کو ماننے کے لئے زبردستی مجبور کر دینے کی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتائی ہوئی باتیں خود ایسی جامع اور انسانیت کے لئے فلاح و بہبود کی ہیں کہ عام سمجھ کا انسان بھی ان کو قبول کر لینے میں بہتری محسوس کر سکتا ہے سوائے اس کے کہ وہ صحیح طور پر علم میں نہ آئیں یا کوئی کسی مخالف جذبہ سے نہ ماننے کی ضد پر اڑ جائے۔

اس وقت دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق جو بدگمانی یا مخالفانہ جذبہ ہے اس میں عام طور سے خود مسلمانوں کے اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کو دخل ہے جس فریضہ کی ادائیگی ان کے ذمہ کی گئی ہے ورنہ حالات دنیا کے وہ نہ ہوتے جو ہیں، اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ دنیا کے مختلف خطوں میں جہاں بھی حق بات کو مناسب اور معقول انداز میں پیش کرنے کا عمل ہو رہا ہے، وہاں اس کا خوش کن نتیجہ سامنے آ رہا ہے، خود یورپ اور امریکہ میں جو لوگ دین حق کا تعارف محبت اور ہمدردی سے کراتے ہیں ان کی فکرمندی اور نیک عملی اور ان کے کام کی مقدار کے مطابق نتائج بھی سامنے آ رہے ہیں۔ ۱۱ ستمبر کے سنگین تباہ کن حادثہ سے پہلے امریکہ میں مسلمانوں سے نفرت کا کوئی جذبہ نہیں تھا اس وقت سالانہ بیس ہزار اشخاص کے اسلام کو ماننے کا اوسط بتایا جا رہا تھا۔ ۱۱ ستمبر کا حادثہ کس طرح سے ہوا یہ ابھی تک واضح نہیں ہے، مسلمانوں پر اس کا الزام بھی صحیح نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ مسلمانوں کے پاس ایسے وسائل نہیں اور ایسی خصوصی صلاحیتیں نہیں کہ امریکہ جیسے ترقی یافتہ اور حفاظتی انتظام والے ملک میں ایسا بڑا حادثہ کرا سکیں، بہرحال پروپیگنڈہ چونکہ یہ ہوا کہ یہ حادثہ مسلمانوں نے کیا اس سے امریکہ کے ملک میں مسلمانوں کے خلاف ناراضگی اور ناپسندیدگی کا جذبہ پیدا ہوا، اس جذبہ کا نقصان جو بھی رہا ہو لیکن اس سے یہ نئی بات ہوئی کہ امریکی پڑھے لکھے لوگوں کو مسلمانوں اور ان کے مذاہب کے بارے میں تجسس ہوا کہ یہ برے لوگ کون ہیں، ان کو ان کا مذہب کیا سکھاتا ہے چنانچہ ان میں سے بہت سے لوگوں نے اسلام اور مسلمانوں سے متعلق کتابوں کا مطالعہ کیا اور واقفیت ہوتے ہی ان میں سے بہت سے لوگوں میں نفرت پسندیدگی میں تبدیل ہو گئی اور سال بھر میں بجائے بیس ہزار کے چالیس ہزار غیر مسلموں نے اسلام کو پسند کر لیا، اس مثال سے اسلام

کی حقانیت کی کشش کا اندازہ ہوتا ہے کہ ایک دو نہیں اتنی بڑی تعداد میں لوگ حقیقت سے واقف ہو جانے پر دشمنی سے محبت و پسندیدگی میں تبدیل ہو گئے، اور اب جو نئے اعداد و شمار آئے ان سے اندازہ ہوا کہ وہ سابقہ اوسط جو بیس ہزار کا تھا وہ چالیس ہزار کا ہو گیا۔

اگر مسلمان دعوت کے فریضہ کو اپنی زندگیوں کو اسلامی سیرت کا نمونہ بناتے ہوئے انجام دیں تو اس کے بڑے اچھے نتائج نکل سکتے ہیں اور ان کے مصائب اور پریشانیوں میں بہت کمی آسکتی ہے اور وہ اس سے عند اللہ سرخرو اور کامیاب بھی ہوں گے، اور یہ جو سیاسی سطح پر مسلمانوں کے ساتھ مختلف ملکوں میں واقعات پیش آرہے ہیں، کے نقصانات بھی کم ہوں گے کیونکہ سامنے سے اسلام اور مسلمان دشمنی کی کیفیت ہٹ جائے گی اور مسئلہ خالص سیاسی یا معاشی رہ جائے گا جس کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے مناسب حکمت عملی سے ان کو روکنے کی کوشش کی جاسکتی ہے، مسلمانوں میں اگر اپنے پروردگار کی اطاعت اور دین حق کی نصرت کا صحیح جذبہ ہو اور اسکی صحیح فکر ہو اور اس پر ہمدردی اور انسانی خیر خواہی کے بتائے ہوئے جذبہ سے عمل ہو تو مسلمانوں کے مخالفوں میں بھی مسلمانوں سے نفرت کا جذبہ نہیں رہے گا، پھر مسئلہ صرف کاروباری اور دنیاوی فائدے کے حصوں کا رہ جائے گا اور اس کا مداوا زیادہ مشکل نہیں۔

مشرق وسطیٰ میں مغربی سامراجی طاقت کی طرف سے جو ہوا ہے، اس کے پیچھے اصلاً سیاسی اور اقتصادی فائدہ اٹھانا مقصود ہے اور چونکہ وہاں کی قومیں مسلمان ہیں اور میڈیا نے مسلمانوں کو خاص طور پر بدنام کیا ہے اس لئے ان میں اسلام دشمنی کا رویہ بھی شامل ہو گیا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم واقعات کو ان کے صحیح پس منظر میں دیکھیں، مشرق وسطیٰ کے یہ مسلمان حکومتوں کے ذمہ دار خواہ فوجی زمرہ کے ہوں یا سیاسی زمرہ کے ہوں سب مغربی تعلیم و تربیت کے پروردہ ہیں جن کو مغربی سیاست دانوں اور دانشوروں سے زیادہ عقیدت ہے اور اسلام کو وہ اپنا آبائی مذہب سمجھتے ہوئے صرف قومی جذبہ سے دلچسپی رکھتے ہیں، اس لئے مغربی حکومتوں کے سیاست داں اور دانشور، ان کو آسانی سے اپنا آلہ کار بھی بنا لیتے ہیں اور کم از کم اپنی حکمت عملی سے ان سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں، اس لئے بھی مغربی طاقتوں کو ان خطوں میں کامیابی حاصل کرنے میں کوئی بڑی دشواری نہیں ہوتی۔ پھر مزید یہ کہ ساری مشرقی حکومتوں کو مغربی سامراجی حکومتوں نے اپنے اقتصادی جال میں اس طرح پھنسا لیا ہے کہ وہ زیادہ ان کے خلاف جا نہیں سکتے، زبردست قرض لے کر اور اس کا زبردست سود، ادا کرنے کے چکر میں اپنے ملک کو مضبوط کرنے اور اپنی پوزیشن کو خوددار اور پُرعزم بنانے سے قاصر رہتے ہیں اگر مغربی طاقتوں کی مخالفت بھی کرتے ہیں تو وسائل کی کمی کی وجہ سے اس میں زیادہ آگے نہیں جا پاتے۔ ضرورت ہے کہ مسلمان قوم حق کی پابند اور اپنی عزت و عظمت جو خدا کی طرف ان کو دی گئی ہے اس کے لئے اس کا لحاظ اور اپنے اقدامات میں عزیمت اور حالات کا صحیح جائزہ لے کر حق پرستانہ حکمت عملی اختیار کریں تو ان کو وہ پریشانیاں پیش نہ آئیں گی جن سے وہ دوچار ہوتے رہتے ہیں، ہمارے مسلم حکومتوں کے ذمہ دار اسلام کا نام لیں یا نہ لیں حقیقت میں ان کے دلوں میں مغربی سیاست دانوں اور دانشوروں کی وقعت زیادہ ہے اور ان سے رابطہ بھی ان کا زیادہ رہتا ہے اور ان کے حالات کے خلاف کچھ کرنے کی ہمت بھی کم پڑتی ہے ایسی صورت میں بہت خوشگوار نتائج کے حاصل ہونے کی امید بہت کم ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمانوں میں اپنی دینی و اسلامی ذمہ داری کا تصور بڑھایا جائے اور ان کو اپنے دین پر صحیح عمل کرنے کے لئے تیار کیا جائے، اور اسلام کے مخالفوں کے مکر و فریب کو بھی سمجھا جائے۔ اس میں جس قدر بھی کامیابی حاصل ہوگی اسی قدر مرض کا مداوا ہوگا اور عزت حاصل ہوگی۔

☆☆☆

Printed and published by Abul Hasan on behalf of Nadwatul Ulama at Parekh Press Tagore Marge, Lucknow-U.P.
Editor : Shamsul Haq Nadwi

فکر امروز

سرمایۂ ایمان کے بغیر تو ایک بے روح جسم ہے

عالم انسانیت سے جزیرۃ العرب کا خطاب

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ۱۹۵۰ء کی ایک تحریر جس کی تازگی آج بھی برقرار ہے

عالم انسانیت! مجھے معاف کرنا یہ سب تیرے ہی تمدن کے پھل اور تیری زندگی کا لازمہ ہیں جس طرز فکر نے دین کا قلادہ اپنی گردن سے نکال ڈالا اور انبیائے کرام کی ہدایت سے مستغنی ہو گیا اور جس نے زندگی کی بنیاد ہی انکل اور قیاس پر رکھی ہے اور قوت پرستی، مادہ پرستی اور خواہشات پرستی کو اپنے عقل و تمدن کو سنگ بنیاد بنایا ہے جو شخص بھی تیرے اس تمدن کے بنتے ہوئے ڈھانچے کو دیکھتا ہے، وہ انھیں نتائج کی پیشن گوئی کرتا، جس طرح ایک شخص بیج کو دیکھ کر اس کے پھل کے متعلق یقینی رائے قائم کر لیتا ہے۔

عالم انسانیت! تیرا اعتراف مجھے پسند آیا کہ تو ایمانی دولت کے اعتبار سے بالکل دیوالیہ ہو چکا ہے، کیونکہ اس ایمان کو تیرے کارخانہ نہیں ڈھال سکتے اور نہ تو ان کو اپنے بازاروں میں پاتا ہے اور نہ اس کا سراغ تیرے علماء ہی لگا سکے ہیں، واقعی اس کا سرچشمہ نبی اکرم ﷺ ہیں جن کی اتباع کو تیرے فلاسفۂ حکماء عار سمجھ رہے ہیں اور خاص کر تیرے رہنما و لیڈر اس داغ غلامی سے جو سب سے بڑی سرفرازی ہے، بچتے ہیں لیکن عالم انسانیت! تو بلا تکلف اور بغیر کسی جھجھک کے اس سرمایۂ ایمان کے حصول کے لئے کوشاں ہو جا۔ خواہ اس راہ میں تجھے اپنی ہی سطح سے نیچا اترنا اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے اس لئے کہ تو بغیر اس سرمایہ کے ایک کھوکھلا بے روح جسم اور خانہ بے چراغ ہے۔

مجھے اپنی مصنوعات، موٹروں اور سامان تمدن اور آرائش کی پیش کش نہ کر کیونکہ میں نے بقدر ضرورت بلکہ ضرورت سے زیادہ ان کو لے لیا ہے، بلکہ مجھے تو شکایت ہے کہ تیری ان موٹروں نے میرے عربی النسل گھوڑوں کی نسل منقطع کر دی جو سبک رفتاری، امانت و وفاداری میں ممتاز اور جنگی ضرورتوں میں کام آنے میں ضرب المثل تھے اور تیرے تمدنی سامانوں اور مصنوعات نے مجھے دھوکہ دے کر فضول خرچی آرام پسندی، راحت طلبی اور کسل کا عادی بنا دیا، میرے باشندے آلات پر بھروسہ کرنے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے جسم کمزور ہوتے گئے اور قوائے عملی میں انحطاط آگیا اور ہمارے جسموں کے خون دوسرے اجسام میں منتقل ہو گئے، بہتر تو یہ ہے کہ تو اپنے تمدن و تکلفات مجھ سے واپس لے لے، ممکن ہے کہ میں اپنی کھوئی ہوئی قوت و نشاط اور ان اخلاق عالیہ کو دوبارہ حاصل کر سکوں جس میں میں ممتاز تھا۔

عالم انسانیت! تمدن کے اہم مسائل اور سوسائٹی کی پیچیدگیوں نے مجھے تھکا کو چور کر دیا ہے اور یہ گتھیاں تمام قانون سازوں اور اخلاقی مصلحین ہی کو چیلنج کر رہی ہیں اور وہ ان کے حل کی تلاش میں بالکل ناکارہ ہیں لہٰذا اپنے تکبر سے اب بھی باز آنے کی کوشش کر اور اس زندہ جاوید کتاب کی طرف رجوع کر جسے لے کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آئے تھے اور اس کتاب سے اپنے درد کا مداوا طلب کر اور اپنے تمام مصائب اور مشکل مسائل کا حل تلاش کر جس میں تو دیوالیہ ہو چکا ہے، اور اس کو ایک نئی اور تازہ کتاب سمجھ کر پڑھ۔ ایسی کتاب جس سے تو اب تک واقف نہ تھا، پھر دیکھ وہ کس طرح تیری دستگیری اور رہنمائی کا فرض انجام دیتی ہے اور کس طرح ایک ایک گتھی کو سلجھاتی اور ایک ایک دشواری کا یقینی حل

> مجھے تو شکایت ہے کہ تیری ان موٹروں نے میرے عربی النسل گھوڑوں کی نسل منقطع کر دی جو سبک رفتاری، امانت و وفاداری میں ممتاز اور جنگی ضرورتوں میں کام آنے میں ضرب المثل تھے اور تیرے تمدنی سامانوں اور مصنوعات نے مجھے دھوکہ دے کر فضول خرچی آرام پسندی، راحت طلبی اور کسل کا عادی بنا دیا،

بتلاتی ہے خواہ یہ دشواریاں انفرادی زندگی سے تعلق رکھتی ہوں یا سوسائٹی سے، یا سیاسیات واقتصادیات اور فلسفہ و حکمت کے اعلیٰ مسائل سے متعلق ہوں، یہی کتاب تجھے مقاصد اور بنیادی اصول بتائے گی جس پر صالح مدنیت کی عمارت تعمیر کی جاسکے اور دنیا و آخرت کی کامیابیوں کی ضامن ہو، یہ سراپا اعجاز کتاب آج تیرے لیڈروں اور فلاسفہ سے اسی طرح مخاطب ہے جس طرح چھٹی صدی عیسوی کے ارباب حل وعقد سے مخاطب تھی کہ "قد جاء کم نور من اللہ و کتاب مبین یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ویخرجھم من الظلمات إلی النور باذنہ و یھدیھم إلی صراط المستقیم (سورہ مائدہ:۱۶)

تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور حقائق آشکارا کرنے والی کتاب آئی ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سلامتی کے راستوں پر لگاتا ہے جو اس کی مرضیات کے جویا ہیں اور انھیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف اسی کے حکم سے لے آتی ہے اور سیدھے راستہ پر چلا دیتی ہے۔"

☆☆☆

تعمیر حیات کے فائل سے

سیرت سازی کی ضرورت واہمیت

☆مولانا ابوالعرفان خان ندویؒ

علوم وفنون کے میدان میں انسان کی ترقی اتنی واضح اور نمایاں ہے کہ اب اس کے لئے کسی دلیل اور حجت کی ضرورت نہیں، انسان نے اپنے تجربے اور عقل کے ذریعہ ہر چیز کو علم اور فن و سائنس بنادیا ہے، حیاتِ انسانی کا کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں ہے جو علم وفن کے دائرہ سے خارج ہو، پھر یہ بیسویں صدی تو درحقیقت انسانی علم وفن کی ترقیوں کی صدی ہے، یہ پیشین گوئی مشکل ہے کہ اکیسویں صدی اور بیسویں صدی میں انسان علمی اور فنی حیثیت سے ترقی کے کتنے اعلیٰ مدارج پر پہنچ جائے گا۔

لیکن بڑی افسوناک بات ہے کہ ساری علمی ترقیوں کے باوجود اخلاق وسیرت اور کردار کے معاملہ میں یہی انسان تنزل کی راہ پر جارہا ہے، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا علمی ترقیوں اور اخلاقی انحطاط کے درمیان کوئی منطقی ربط ہے؟ آخر یہ کیا بات ہے کہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان جو اپنی دفتری ذمہ داریوں کو اچھی طرح انجام دینے کی صلاحیت وطاقت رکھتا ہے اور عقل وفہم میں ایک اچھا معیار رکھتا ہے اور جب ہم اسے اندر سے جھانک کر دیکھتے ہیں اور اس کی سیرت وکردار کا ہم اخلاقی پہلو سے جائزہ لیتے ہیں تو مایوس کن حد تک ہم اس کو درجۂ انحطاط میں پاتے ہیں۔

انفرادی اور شخصی زندگی میں شاید یہ جھول کم نظر آئے لیکن اجتماعی زندگی میں یہ تضاد بہت صاف ونمایاں نظر آتا ہے، دراصل کسی فن اور علم کی تعلیم انسانی زندگی کے ہر خلاء کو پُر نہیں کرتی ہے، اگر ایک شخص نے انجینئرنگ (Engineering) کی تعلیم مکمل کی ہے اور بحیثیت انجینئر ایک اچھے مرتبہ و

> بنی نوع انسان خارجی دنیا کی معلومات میں کتنا ہی ماہر اور لائق ہوجائے لیکن اس کی ترقی ممکن نہیں ہے جب تک کہ وہ اخلاق وسیرت وکردار میں بھی ایک اعلیٰ اور بلند مقام پر نہ ہو، بلکہ اس کی ساری علمی ترقیاں اس کے لئے مصیبت ووبال جان ہوجائیں گی۔
>
> انسان کی فکری کاوشوں کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ وہ باہر کی دنیا کے معاملات میں بڑا واقف اور بڑا ماہر ہے اور اس کی یہ مہارت اور علمی ترقی بڑھتی جارہی ہے، لیکن اپنے سے وہ بالکل غافل اور لاعلم ہے۔
>
> باہمہ ذوق آگہی ہائے رے فطرتِ بشر
> سارے جہاں کا جائزہ اپنے جہاں سے بے خبر

مقام کا مالک ہوگیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ایک اچھا ڈاکٹر ومعالج بھی ہوگیا ہے، اگر اس سے آپ امراض وعلاج پر بات کریں گے تو اس کی معلومات ابتدائی ہوں گی یا بالکل صفر ہوں گی، اور اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ اس شخص نے اپنی عقل وصلاحیتوں کو انجینئرنگ کی تعلیم میں لگایا ہے ڈاکٹری کی تعلیم میں نہیں۔

بدقسمتی سے اخلاق اور سیرت وکردار کے معاملہ میں ہم اس طرح نہیں سوچتے ہیں، عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کسی فن اور علم کی کسی شاخ میں اگر کوئی شخص کسی درجہ میں صلاحیت و واقفیت رکھتا ہے، تو پھر اچھی سیرت وکردار کا بھی مالک ہوگا، لیکن واقعہ نفس الامری ایسا نہیں ہے اور عقل ومنطق بھی اس کی تصدیق نہیں کرتی ہے، انسان کی قوتیں اور صلاحیتیں بے شمار ہیں، لیکن عام طور پر وہی صلاحیتیں سامنے آتی ہیں اور درجۂ کمال کو پہنچتی ہیں، جن کی نشوونما پر محنت اور توجہ صَرف کی جائے اور کسی اچھے مربی کے ذریعہ اس کی تربیت کی جائے، تعلیم وتربیت حاصل کرنے والے نے علم وفن کی جس شاخ میں محنت کی اس میں اس کو پھل ملا، لیکن جس گوشہ میں خلارہ گیا ہے وہ بدستور قائم رہے گا۔

اخلاق وسیرت اور کردار کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے، یہ ایک علم بھی ہے اور عملی مشق وتربیت بھی، ہمارے ملک کا سیکولر نصاب تعلیم نئے نئے فنون اور مضامین کی تعلیم پر زور دیتا ہے اور زور صرف کرتا ہے، لیکن معاملہ کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ وہ انسانی سیرت وکردار کی تعمیر کے معاملہ میں غیر متعلق اور بعض حالات میں مخالف طرز عمل اختیار کرتا ہے۔

بنی نوع انسان خارجی دنیا کی معلومات میں کتنا ہی ماہر اور لائق ہوجائے لیکن اس کی ترقی ممکن نہیں ہے جب تک کہ وہ اخلاق وسیرت و کردار میں بھی ایک اعلیٰ اور بلند مقام پر نہ ہو، بلکہ اس کی ساری علمی ترقیاں اس کے لئے مصیبت و وبال جان ہوجائیں گی۔

انسان کی فکری کاوشوں کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ وہ باہر کی دنیا کے معاملات میں بڑا واقف اور بڑا ماہر ہے اور اس کی یہ مہارت اور علمی ترقی بڑھتی جارہی ہے، لیکن اپنے سے وہ بالکل غافل اور لاعلم ہے۔

باہمہ ذوق آگہی ہائے رے فطرتِ بشر
سارے جہاں کا جائزہ اپنے جہاں سے بے خبر

☆☆☆

احکام ومسائل

فقہی سوال و جواب

از: مفتی محمد طارق ندوی

سوال: پلاٹنگ کے لئے خریدی گئی زمین پر زکوۃ ہوگی یا نہیں؟

جواب: مذکورہ زمین پر زکوۃ فرض ہوگی، کیونکہ زمین تجارت کی غرض سے خریدی گئی ہے۔

سوال: آج کل جو فلیٹ بیچنے کے لئے بنائے جاتے ہیں، ان پر زکوۃ فرض ہے یا نہیں؟

جواب: مذکورہ مکانوں پر زکوۃ فرض ہوگی، کیونکہ وہ مکانات تجارت کی غرض سے بنائے گئے ہیں۔

سوال: ہمارے قرب وجوار میں کئی سالوں کے لئے باغات بیچ دیئے جاتے ہیں، کیا یہ بیع درست ہے؟

جواب: نہیں مذکورہ طریقہ پر بیع جائز نہیں ہے، کیونکہ مبیع بالکل نامعلوم اور مجہول ہے، بلکہ غیر موجود ہے۔

سوال: بور کے آنے پر آم کے باغات بیچے جاسکتے ہیں؟

جواب: نہیں! کیونکہ مبیع غیر موجود ہے۔

سوال: مکانوں یا گھروں میں تصویر لٹکانے یا چسپاں کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر یہ تصویریں کسی ذی روح کی ہیں، چاہے وہ انسان کی ہوں یا جانور کی ہوں، انہیں آویزاں کرنا حرام ہے، کیونکہ حضرت علیؓ سے حضور ﷺ نے فرمایا تھا "لا تدع صورة إلا طمستها. ولا قبراً مشرفاً إلا سويته" جو تصویر تم کو نظر آئے اس کو مٹادو، جو اونچی قبر تم کو دکھائی دے، اسے برابر کردو، اور اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: "لا تدخل الملائكة بيتاً فيه صورة ولا كلب" جس گھر میں کوئی تصویر یا کتا ہوتا ہے اس گھر میں فرشتے داخل ہونے سے انکار کردیتے ہیں۔

سوال: ہم دونوں میاں بیوی کے مابین اختلاف ہوگیا، ان آپسی جھگڑوں کی وجہ سے میں غضبناکی میں تھا، اور جھگڑے کی وجہ اولاد نہ ہونا تھا، میں نے باہوش وحواس غصے میں اس سے کہا، میں تجھ پر لازماً اور شادی کروں گا، ورنہ میں اسلام سے باز آیا۔ اس کے بعد وہ حاملہ ہوگئی، اور ہمارے تعلقات استوار ہوگئے، اور میں شادی سے پھر گیا تو اب میرے اس قول کا کیا کفارہ ہے؟

جواب: یہ بے انتہا خراب بات ہے، کسی مسلمان شخص کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ ایسی قسم کھائے یا ایسے الفاظ بولے، ایسے شخص کو اللہ کے حضور میں توبہ کرنا ضروری ہوا، اور خلوص کے ساتھ کی ہوئی توبہ پہلے کے گناہوں کو مٹادیتی ہے، اور اس پر کچھ کفارہ لازم نہیں آتا۔

سوال: کچھ لوگ بغیر قصد حضور ﷺ کی یا اپنے ماں باپ کی قسم کھالیتے ہیں، کیونکہ ان کی زبانیں اس بات کی عادی ہوگئی ہیں، تو کیا ان کا اس سلسلہ میں کچھ مؤاخذہ ہوگا؟

جواب: کسی شخص کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ وہ حضور ﷺ کی یا اللہ کی دوسری مخلوق کی قسم کھائے، مزید برآں یہ شرکیہ محرکات میں سے ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا: "من كان حالف فليحلف بالله أو ليصمت" کہ اگر قسم کھائی جائے تو صرف اللہ کی، ورنہ خاموش رہے، اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "من حلف بغير الله فقد كفر أو أشرك" جس نے اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی قسم کھائی تو اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔

سوال: ہمارے درمیان ایک طریقہ عام ہوچکا ہے، کچھ لوگ گھیرا بنا کر بیٹھ جاتے ہیں، اور درمیان میں ایک سفید رومال رکھ لیتے ہیں، پھر وہ استغفار کرتے ہیں، تہلیل یعنی "لا إله إلا الله" پڑھتے ہیں اور درود پاک پڑھتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب: یہ طریقہ بدعت ہے جس کو نہ رسول ﷺ نے اور نہ اسلاف نے اختیار کیا اور نہ اس کو ترک کرنے کا حکم فرمایا، پس یہ بدعت قرار پائی جس کو ترک کرنا لازم ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد" جس نے ہماری شریعت میں کوئی ایسی نئی چیز پیدا کردی جو اس میں موجود نہ تھی تو وہ مردود ہے۔

سوال: ایک آدمی اسلام کے پانچوں ارکان پر عمل کرتا ہے جو اللہ نے بتائے ہیں، لیکن کچھ گناہ بھی اس سے سرزد ہوتے رہتے ہیں، اس کے سلسلہ میں اسلامی نظریہ سے کیا حکم صادر ہوگا؟

جواب: توبہ کا دروازہ اس وقت تک کھلا رہے گا جب تک سورج مغرب سے نہ طلوع ہونے لگے، لہٰذا ہر گناہگار شخص کے لئے لازم ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں خالص توبہ کرے، اور پچھلے گناہوں پر شرمندہ ہو، اللہ کو رحیم وکریم جان کر اس سے مغفرت طلب کرے، اس کام سے بالکل باز آجائے، اس کو کبھی نہ کرنے کا عزم مصمم کرلے، ایسے شخص کو اللہ معاف فرمادیتا ہے، اور اس کی تمام برائیاں ختم کردیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وتوبوا إلى الله جميعاً أيها المؤمنون لعلكم تفلحون" (النور) مومنو تم سب اللہ کے حضور میں توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاجاؤ، اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "الإسلام يهدم ما كان قبله" و "التوبة تهدم ما كان قبلها" اسلام اپنے پہلے کے تمام گناہوں کو مٹادیتا ہے، اور توبہ اپنے پہلے تمام گناہوں کو مٹادیتی ہے۔

Printed and Published by Akhtar Husain on behalf of Nadwatul Ulama at Parekh Press Tagore Marge, Lucknow-U.P.
Editor : Shamsul Haq Nadwi

اعجاز قرآن

قرآن ایک سدا بہار معجزہ

مولانا عبداللہ عباس ندوی کی زیر تصنیف کتاب کا ایک غیر مطبوعہ باب

مولانا عبداللہ عباس ندوی

کفار قریش نے جو کچھ بھی اسلام اور رسول ﷺ کے خلاف کہا اور کیا وہ سب احادیث میں موجود ہے، بلکہ خود قرآن میں موجود ہے مثلاً جب آپؐ نے کوہ صفا سے اپنی دعوت کا آغاز کیا اور تمام برادری والوں کو بلا کر آخرت کا خوف دلایا، جو مشہور واقعہ ہے تو اس موقع پر ابولہب نے کہا تھا "تبالك الهذا دعوتنا" "تو ہلاک ہو، اسی بات کے کہنے کے لئے تم نے ہم کو جمع کیا تھا جس کے جواب میں قرآن نے کہا" تبت يدا ابى لهب"۔

قرآن میں ہے کفار نے آپ کو ساحر کہا، مجنون کہا، شاعر کہا، کاذب کہا، قرآن کو من گڑھت بات کہی یہاں تک کہ آپ کی تلاوت کے وقت ایک شیطانی آواز قرآن میں خلط ملط کرنے کے لئے اٹھی۔

تلك الغرانيق العلى، إن شفاعتهن لترتجى" وہ بھی تفسیر کی کتابوں میں محفوظ ہے، لہذا اگر وہ کوئی کلام قرآن کے مقابلہ میں کہتے تو وہ بھی محفوظ رہتا بلکہ خود اس کی شہرت قرآن سے زیادہ ہوتی، کیونکہ ہجو اور تردید میں جو بات کہی جاتی ہے وہ جلد پھیلتی ہے۔

مجھے بیسیوں شعر ایسے یاد ہیں جو کسی شاعر نے کسی دوسرے شاعر کے ہجو یا تردید میں کہے جب اسطرح کے اشعار کوئی نہ بھلا سکا تو اتنے بڑے تاریخی معرکہ کی بات کب فراموش کی جاتی اور اگر مسلمان اس کو چھپانا چاہتے تو مدینہ منورہ کے منافق اور کفار تو یاد رکھتے۔ آخر کعب بن زہیر نے جو پہلے آنحضرت ﷺ کی ہجو میں کہی تھی، وہ کتابوں میں محفوظ ہے یا نہیں؟ کفار آنحضرت ﷺ کے حضور میں بدزبانی کر بیٹھتے تھے، آپ کی گفتگو ہوتی تو درمیان میں بظاہر یہ کہتے کہ دوبارہ فرمایئے یا ذرا ٹھہر ٹھہر کر کہیئے، میری رعایت کیجئے، اگر "راعنا" میں رعایت کیجئے کے بجائے "راعینا" کہتے (یعنی اے میرے چرواہے)، یہ بھی قرآن کریم میں مذکور ہے دوسری روایت کے بموجب یہودی آپ کو "راعنا" کے لفظ سے مخاطب کرتے جس کے معنی عبرانی زبان میں بہت برے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی

يا ايها الذين آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا (سورہ بقرہ:۱۰۴)

"اے ایمان والو! تم (لفظ) راعنا مت کہا کرو اور انظرنا کہدیا کرو اور (اس کو اچھی طرح) سن لو۔"

لہذا کیوں کر کہا جاسکتا ہے کہ قرآن کے اولین مخاطب عربوں میں ایسے ہوں گے جنہوں نے جواب دیا ہوگا مگر مسلمانوں نے ان کو پھیلنے اور مشہور ہونے نہیں دیا ہوگا اور اس بے بنیاد شبہ کا اظہار کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف بے شمار باتیں ایسی کہتے رہتے ہیں جس کی سند اور دلیل نہیں ملتی اور یہ ناممکن ہے کہ کسی نے قرآن کا جواب تیار کیا ہوتا اور وہ پوشیدہ رہتا۔

یہ تو ایک مستشرق کے شبہات کا جواب ہوا، اب ایک دوسرا شبہ بھی سن لیجئے جو غیروں نے نہیں لکھا ہے بلکہ ایسے شخص نے لکھا ہے جس کا آبائی تعلق اسلام سے ہے اور اس کا نام مسلمانوں جیسا ہے۔

وہ شوشہ یہ ہے کہ عربی زبان وادب کی اصل شان وشوکت اس وقت نکھر کر سامنے آئی جب عربوں کو جنگ وجدال یا غزوہ وجہاد سے فرصت ملی اور ان کی پائیدار حکومت قائم ہوئی جو امویوں کے آخری دور حکومت سے لے کر عباسی سلطنت کے چوتھے دور تک کا زمانہ ہے، اسی عرصہ میں عربی نثر کا حسن کھل کر سامنے آیا، لہٰذا اگر نزول قرآن کے زمانہ میں یا اس کے معاً بعد چند برسوں میں کوئی قرآن کا مقابلہ نہ کرسکا تو بعد کی صدیوں میں ایسے اہل قلم گذرے ہیں جو اگر قرآن کی طرح سورتیں اور آیتیں لکھنا چاہتے تو لکھ سکتے تھے جیسے عبد الحمید الکاتب، القاضی الفاضل، بدیع الزماں، حریری، جاحظ اور ابوبکر خورازمی وغیرہ، مگر وہ لوگ اسلامی حکومتوں سے اس درجہ خوفزدہ تھے کہ اگر ایسا کرتے تو ان کو اپنی جان کا خطرہ تھا، پھر بھی "جاحظ" کے متعلق تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ اس نے قرآن کا معارضہ کیا تھا مگر کسی وجہ سے اس کی تحریر سامنے نہیں آئی تھی، اور ابن المقفع کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے بھی یہ کاوش کی تھی مگر جب وہ اس آیت پر پہونچا۔

وقيل يارض ابلعى ماءك و ياسماء أقلعى وغيض الماء وقضى الامر واستوت على الجودىّ وقيل بعد للقوم الظالمين (ہود:۴۴)

"اور حکم ہوگیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا، اور اے آسمان تھم جا، اور پانی گھٹ گیا، اور قصہ ختم ہوا، اور کشتی جودی پر آٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ کافر لوگ رحمت سے دور کردیئے گئے۔"

تو اس نے قلم رکھدیا اور اپنے عجز کا اعتراف کرلیا، اور اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس نے معارضہ کی ہمت کی تھی (۱) مگر اس کو چھپا دیا یہ بھی مضحکہ خیز بات ہے، اس کی وہ تحریریں جو اس نے اپنی طبیعت کی "آمد" سے لکھی ہیں اور جن میں اس

Editor : Shamsul Haq Nadwi

کا فن تمام کمالات کے ساتھ جلوہ گر ہے، ان کو دیکھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ کس رتبہ کی ہیں ابن المقفع کی نثر کا تجزیہ کر کے نقد کرنے والوں نے لکھا ہے کہ ایک بات کو کئی فقروں میں تقسیم کرنا اور حروف جر کے تنوع سے عبارت میں رنگینی پیدا کرنا اس کا کمال ہے اور باوجود اس کے کہ ایک ہی بات کئی جملوں میں دہراتا ہے مگر ایسا لگتا ہے کہ ہر جملہ میں کوئی نئی بات کہہ رہا ہے، جب اس کی وہ تحریریں جو اس کے فن کا اعلیٰ نمونہ ہیں وہ سب مل کر قرآن کریم کی ایک چھوٹی سی چھوٹی سورۃ کا مقابلہ نہیں کرسکتیں تو پھر ایسی تحریر جو طبیعت پر زور دے کر (جس کو "آورد" کہتے ہیں) مصنوعی انداز میں لکھنا اس میں کہاں سے زور ہوتا، یہ سب بات مفروضہ پر کہی جارہی ہے اگر مستشرقین کی بات تسلیم کرلی جائے کہ اس نے قرآن کے معارضہ کی کوشش کی تھی مگر مسلمانوں کے خوف سے اس کو برسر عام پیش نہ کرسکا لطف یہ کہ اس ضمن میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے بھی جب آیت" والصبح إذا تنفس "پڑھی تو ہمت ہار بیٹھا یوں بھی یہ بات سراسر غلط ہے کہ جاحظ کو قرآن کا معاند اور اس کے مقابلہ کی کوشش کرنے والا بنایا جائے، اس کے برعکس وہ وحی کا حامی اور مومن تھا، لہذا قرآن کریم کے لسانی اعجاز کا جہاں تک تعلق ہے شروع سے لے کر آج تک کوئی ایسا پیدا نہیں ہوا جو قرآن کی اس چیلنج گوئی کی تردید کرتا۔

فإن لم تفعلوا ولن تفعلوا (البقرہ:۲۴)

"اگر تم ایسا نہ کرسکے اور قیامت تک ایسا نہیں کرسکو گے"

نیز یہ بات سب جانتے ہیں کہ اسلام سے دلی عداوت اور بغض رکھنے والے، یہودی اور نصرانی بھی عرب میں بستے ہیں اور انہوں نے بڑی بڑی لغت کی کتابیں لکھی ہیں، الفاظ حدیث کی فہرست تیار کی ہے اور جو لوگ امریکہ میں جا کر بس گئے انہوں نے "أدب العجز" کے نام سے پورا کتب خانہ تیار کردیا ہے ان کو کس بات کا خوف تھا اگر ہمت کرسکتے تو ضرور معارضۂ قرآن پیش کر کے مسلمانوں کو شرمندہ کرنے کی کوشش کرتے، اس سلسلہ میں ایک بات ہندوستان کے ایک اردو ادیب نیاز فتحپوری نے کہی تھی، کسی کلام کی نقل اتارنے میں کامیاب نہ ہونا معجزہ نہیں ہے، گلستان بوستاں کا بھی جواب کسی نے نہیں لکھا، مثنوی مولانا روم کی بھی کسی نے نقل نہیں اتاری لہذا اس کا مطلب یہ تو نہیں ہوا کہ سعدی کا کلام یا مولانا روم کی مثنوی معجزہ ہے، یہ بات نیاز فتحپوری صاحب کی ناواقفیت کی دلیل ہے، گلستان کا جواب بہارستان شگفتہ نے لکھا، کریما کا جواب رحیما ایک ہندو فارسی داں نے لکھا مثنوی مولانا روم کی تکمیل ایک ہندوستان کے عالم مفتی الٰہی بخش نے کی اور کسی نے آج تک نہیں کہا کہ کسی کی نقل اصل سے کم تھی، مزید یہ کہ گلستان بوستان، اور مثنوی کے متعلق کسی نے کسی کو کب چیلنج کیا کہ ایک باب یا ایک قصیدہ یا ایک مثنوی کوئی لکھ کر پیش نہیں کرسکتا خواہ ایک دوسرے کے حمایتی ہوں، بہرحال اعجاز قرآنی کا ایک پہلو تو زبان و بلاغت سے متعلق ہے، جو عربوں کا تسلیم شدہ ہنر تھا اور اس چیلنج کا جواب آج تک کوئی نہیں دے سکا، اور ایسا بھی نہیں ہے کہ لوگوں نے کوشش نہ کی ہو، بعض شر پسند مسخروں نے چند الفاظ قرآن کے انداز میں جوڑ کر پیش کیا تھا، جو تمام ادب و بلاغت کی کتابوں میں موجود ہے۔

"الفيل ماالفيل وما أدرك ماالفيل؟ له خرطوم طويل وذنب أثيل وماذاك من خلق ربنا بقليل۔"

اس عبارت کو دیکھئے ایک تو منہ چڑھانے والی بات ہے دوسرے یہ کہ قرآن کریم نے جہاں کسی لفظ کو دہرا کر سوالیہ جملہ پیش کیا ہے اور پھر اس کے ساتھ "ماادرٰک" کے لفظ سے اس کو مکرر بیان کیا ہے وہ قیامت کا ذکر ہے، جس کو کسی انسان نے دیکھا نہیں، اس کی ہیبت اور عظمت سے لوگ ناواقف ہی نہیں بلکہ ان کے ذرائع معلومات ان کی رہنمائی کرنے سے قاصر ہیں، اور یہاں "الفیل ماالفیل" بکنے والا ایک بھاری بھرکم جانور کے بارے میں کہہ رہا ہے جس کو اندھا بھی ٹٹول کر محسوس کرلے۔

اسی طرح مسیلمہ کذاب کی نقل۔

"یاضفدع کم تنقین لاالماء تکدرین ولاالوارد تنفرین"

نہ تو لفظ صحیح ہے نہ کوئی معنی یا فائدہ ہے، ایک منہ چڑھانے کی لغو حرکت ہے کہ "اے مینڈک تو کتنا ٹرٹراتی ہے نہ پانی گندہ کرتی ہے اور نہ پانی میں اترنے والے سے بھاگتی ہے" سوائے بے ہودہ اور بے جان تک بندی کے اس میں کیا بات ہے، کوئی دعوت؟ کوئی عبرت؟ کوئی یاد دہانی؟ انذار و تبشیر؟ صرف چند لفظوں کو جوڑ دیا گیا۔

اسی طرح ایک جاہل کی یہ ہفوات:

"الم تر إلى ربك كيف فعل الحجلىٰ أمعرج منها نسمة تسعى بين شرا سيف وحشى (۲)"

(کیا تو نے دیکھا نہیں کہ ایک حاملہ عورت کے ساتھ تیرے رب نے کیا معاملہ کیا اس سے ایک جان نکال دی جو چادروں اور گدوں میں لپٹی ہوئی ہے)

مصر کے ایک مشہور ناقد وادیب مصطفی صادق الرافعی نے اپنی کتاب "اعجاز القرآن" میں ۱۹ر مثالیں دی ہیں کہ مسیلمہ کذاب سے لے کر عصر حاضر کے کذابوں نے کتنے ہاتھ پیر مارے اور سب اسی طرح لغویات سے آگے نہ بڑھے، مزید یہ کہ ان منکرین نے یہ سمجھا کہ قرآن کے معارضہ کا مطلب ہے اس کی چھوٹی چھوٹی سورتوں میں جو فواصل (جس کو بعض لوگ قافیہ سمجھتے ہیں) وہی معارضہ طلب ہیں، چنانچہ ان تمام لوگوں میں کوئی ایسا نہیں گذرا جس نے ایک قدم آگے بڑھایا ہو، حالانکہ قرآن کا زیادہ حصہ پچھلی امتوں کے واقعات سے پُر ہے، جن کے

اندر عبرت کا سامان ہے، انسانوں کو جتلایا گیا ہے کہ اگر تم نے بھی یہی راہ اختیار کی تو تمہارا انجام بھی یہی ہوگا، انسانوں کو زندگی کی حقیقت بتائی گئی ہے انسان کی نفسیات بتا کر اس کو ذاتی اصلاح کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

مرنے کے بعد زندگی کے مضمون کو بار بار اور متعدد مثالوں سے سمجھایا گیا ہے ان نقالوں نے ان مضامین سے کسی کو ہاتھ نہیں لگایا۔

لہٰذا قرآن کریم کا چیلنج جس طرح قرآن کے مخاطبین اولین کو دیا گیا تھا اسی طرح بعد میں آنے والے انسانوں کو بھی دیا گیا اور آج بھی باقی ہے، اور ہر دور میں ایسے دشمنان اسلام بکثرت رہے ہیں، جو اچھی طرح عربی زبان جانتے ہیں، عربی اعلیٰ درجہ کی تحریریں لکھتے ہیں، شاعری کرتے ہیں، قرآن کی بخشی ہوئی نحوی تراکیب کو استعمال کرتے ہیں، اور یہی نہیں بلکہ ایسے عیسائی اور یہودی انشاء پرداز بھی ہیں جو اپنی عبارت کو خوبصورت بنانے کے لئے قرآنی آیات اور اس کی خاص نحوی ترکیبوں کو بلا تکلف اپنی عبارت میں سجاتے ہیں جو دیکھنے میں ایسا لگتا ہے کہ کانٹوں اور جنگل کے خورو گھاس کے درمیان ایک حسین اور خوشنما گلاب کھل جائے مگر وہ ایک گلاب کے پودے کی تخلیق کرلیں ناممکن ہے اور قیامت تک ناممکن رہے گا۔

معجزات کے انواع واقسام

جن معجزات کا اوپر ذکر ہوا اور جو انبیاء کرام سلام اللہ علیہم کو اس لئے عطا کئے گئے کہ وہ اپنی قوم کے سامنے اپنے رسول صادق ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کریں، ان کے اندر ایک مشترک بات یہ ہے کہ نبوت جتنے عرصہ کے لئے دی گئی اور جتنے مکانی و زمانی حصوں پر محیط رہی معجزے بھی اس دائرہ زمانی ومکانی کو اپنے احاطہ میں لئے رہے، رسول اللہ ﷺ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا قلمرو اتنا وسیع تھا کہ ان کو نو قسم کے معجزے دیئے گئے اور بعض انبیاء کا عرصۂ نبوت مختصر تھا انہوں نے اپنی زندگی میں معجزہ اور اس کے اثرات دونوں دیکھ لئے۔

بہرحال ان کے اقسام حسب ذیل ہیں

(۱) وہ معجزے جو وقوع پذیر ہونے سے پہلے انبیاء کی بات پر تسلیم کرلئے گئے اور قوم آزمائش سے محفوظ رہی، جیسے حضرت یونسؑ نے اپنی قوم کو آگاہ کیا کہ اگر تم نے پیغام حق کو قبول نہیں کیا تو تم پر عذاب آئے گا، ان کی قوم نے اپنے پیغمبر کی بات پر یقین کرلیا اور عذاب سے محفوظ رہی، یہ بھی ایک معجزہ ہے، جس کا ذکر اس آیت میں آیا ہے۔

فلولا کانت قریة آمنت فنفعها ایمانها إلا قوم یونس لما آمنوا کشفنا عنهم عذاب الخزی فی الحیاة الدنیا ومتعناهم إلی حین (یونس:۹۸)

"چنانچہ کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اس کو نافع ہوتا ہاں مگر یونسؑ کی قوم جب وہ ایمان لائے تو ہم نے رسوائی کے عذاب کو دنیوی زندگی میں ان پر سے ٹال دیا، اور ان کو ایک وقت خاص (یعنی نبوت) تک (خیر وخوبی کے ساتھ) عیش دیا۔"

(۲) معجزے کی دوسری قسم اس کے برعکس تھی کہ قوم نے قبول کرنے سے صاف انکار کردیا، اور باوجود اس کے کہ وہ بات محیر العقول تھی مگر ان کی عقلوں نے تسلیم نہیں کیا۔

وقالوا مهما تاتنا به من آیة لتسحرنا بها فما نحن لك بمومنین (الاعراف:۱۳۲)

"اور یوں کہتے (خواہ) کیسی ہی عجیب بات ہمارے سامنے لاؤ کہ اس کے ذریعہ ہم پر جادو چلاؤ جب بھی ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے۔"

(۳) وہ معجزے جس میں کچھ اجزاء کو وقتی طور پر لوگوں نے تسلیم کیا اور کچھ حصوں کو تسلیم نہیں کیا، ان کے کفر وعناد کی بنا پر نتیجہ ایک ہی رہا، اور عذاب ان سے ٹالا نہیں گیا، جیسے حضرت عیسیٰ کے معجزے، حضرت موسیٰ کے معجزے، اور اسی میں قرآن کا بھی معجزہ ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے کہ کچھ لوگوں نے اس کو تسلیم کیا اور اہل ایمان میں شمار ہوئے اور کچھ لوگوں نے انکار کیا اور کفر وعناد میں مزید پختہ ہوگئے۔

ولو شاء الله ما اقتتل الذین من بعدهم من بعد ما جاءتهم البینات ولکن اختلفوا فمنهم من آمن و منهم من کفر (البقرہ:۲۵۳)

"اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو (امت کے) جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں باہم قتل وقتال نہ کرتے اور بعد اس کے کہ ان کے پاس (امر حق کے) دلائل پہونچ چکے تھے، لیکن وہ لوگ (دین میں) مختلف ہولئے، سو ان میں کوئی تو ایمان لایا اور کوئی کافر رہا۔"

ہمارے رسول کریم ﷺ کو جو معجزے دیئے گئے ان میں ایک حصہ ان معجزات کا ہے جو آپ کی حیات طیبہ میں دکھلائے گئے جیسے معجزہ "شق القمر" "تکثیر طعام" ایسی جگہ سے پانی کا برآمد ہونا جہاں پانی ہونے کی کوئی امید نہ ہو کنکریوں کا دست مبارک میں آکر ذکر کرنا۔"

یہ سب معجزات اس وقت تک کے لئے قابل حجت تھے جب تک آپ کو اس دنیا میں رہنا تھا، معجزے کی دوسری نوعیت جو اہم اور اس کتاب کا موضوع ہے وہ قرآن کریم کا معجزہ ہے جو نزول کے وقت سے اب تک قائم ہے، اور تا قیامت رہے گا، چونکہ آپ کا عرصہ نبوت قیامت تک کے لئے اور دنیا کے ہر خطے کے لئے ہے اور ان تمام لوگوں کے لئے ہے جو خواہ کوئی زبان بولتے ہوں، اس لئے قرآن کا معجزہ آپ کو دیا گیا جو سدا بہار، ہر لحظہ پائیدار اور جس کے فضائل اور لسانی و معنوی خوبیاں انمٹ اور ہمیشہ یکساں باقی رہنے والی ہیں۔

۱۔ مرحوم مصطفیٰ صادق الرافعی نے نولدیکے کے حوالہ سے یہ بات لکھی ہے

۲۔ یہ سب مثالیں شیخ مصطفیٰ صادق الرافعیؒ کی "اعجاز القرآن" سے ماخوذ ہیں۔

☆☆☆

Printed at Nadwatul Ulama at Parekh Press Tagore Marge, Lucknow-U.P.
Editor : Shamsul Haq Nadwi

حاصل ملاقات

اللہ کی غیرت کو گوارا نہیں ہے
کہ اسلام اس سرزمین سے مٹ جائے

۱۲ ربیع الاول ۲۴ھ کو امیر شریعت مولانا نظام الدین صاحب (جنرل سکریٹری مسلم پرسنل لاء بورڈ) لکھنؤ تشریف لائے، اس موقع پر راقم الحروف نے سقوط بغداد، مسلم پرسنل لاء بورڈ کی تحریک اصلاح معاشرہ اور مدارس کمیٹی کے موضوعات پر امیر شریعت موصوف سے گفتگو کی جو افادۂ عام کی غرض سے نذر قارئین ہے۔ (امین شجاع)

سقوط بغداد

عراق کو دنیا کی جس سپر پاور سے مقابلہ اور سامنا تھا، اس کو دیکھتے ہوئے عراق میں جو نتائج سامنے آئے اور جو کچھ ہوا، وہ بعید از توقع نہیں تھا... افغانستان اور عراق کی امریکہ کے ہاتھوں تباہی کے پس پشت جو مقاصد رہے، ان میں ایک پہلو تو ان ملکوں کی معیشت پر قبضہ کا تھا مثلاً عراق میں تیل کے ذخیروں کا حال یہ ہے کہ دنیا کا ۶۰ فیصد تیل عراق کے ذخیروں سے نکلتا ہے، گویا یہ ایک پہلو ہے جو معیشت کا ہے، امریکہ کے پیش نظر دوسرا مقصد ہے اسرائیل کا تحفظ..... چنانچہ ایسے ممالک جو طاقت اور قوت کے لحاظ سے کچھ وزن رکھتے ہوں، ان کی طاقت کو توڑنے اور انہیں بے اثر کردینے سے ہی یہ دونوں مقصد پورے ہوسکتے ہیں..... اور اس طرح اسلام کے ابھرنے اور اثر انداز ہونے کے جو مواقع اور امکانات پیدا ہورہے ہیں، امریکہ کی کوشش اس طرح کے اقدامات سے ان امکانات کو معدوم کردینے کی ہے۔

سقوط بغداد کے سانحہ سے (جسے اگرچہ سقوط اس لحاظ سے کہنا درست نہیں کہ حملہ اور کاروائی کی نوعیت یکطرفہ تھی) مایوسی کی تو نہیں، البتہ صدمہ اور خوف و دہشت کی کیفیت کا سامنا ضرور ہے..... صدمہ اس لحاظ سے کہ بغداد، علم وفن اور تہذیب وتمدن کا مرکز رہا ہے، اس کی بربادی و تباہی پر افسوس ہونا ایک فطری امر ہے اور خوف و دہشت اس لحاظ سے کہ امریکہ اور اس کے حلیف ممالک کے توسیع پسندانہ عزائم خدانخواستہ نہ معلوم کیا کیا گل کھلائیں؟ اس کا ایک افسوسناک پہلو یہ بھی ہے کہ امریکہ اور اس کے حلیف ممالک کے نزدیک اب ضابطہ، اخلاق اور انصاف، اعلیٰ انسانی واخلاقی قدریں بے وقعت ہوکر رہ گئی ہیں، عراق پر حملہ کے وقت اقوام متحدہ کو جس طرح بے معنیٰ بنا کر رکھ دیا گیا وہ دنیا کے سامنے ہے۔

ماضی قریب میں عراق نے ایران اور کویت کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا یہ سب جانتے ہیں۔ تو بات افراد کی ہو یا معاملہ قوموں یا جماعتوں یا ملکوں کا ہو، جو کوئی بھی اختلاف وتنازعہ کی راہ اپنائے گا، وہ زوال پذیر ہوگا..... احادیث مبارکہ میں بھی اس صورت حال کی واضح نشاندہی موجود ہے کہ کثرت تعداد کے باوجود مسلمانوں پر دوسری قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں گی، جیسے بھوکے کھانے کے برتن پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور اس کی وجہ ہوگی مسلمانوں میں پایا جانے والا مرض وَھن۔

ہماری ایک کمزوری تو انتشار باہمی جھگڑے اور تنازعات ہے..... اور دوسری کمزوری ہے کہ ہم اللہ کی اس ہدایت پر عمل پیرا نہیں ہیں کہ "واعدوا لهم ما استطعتم من قوة و من رباط الخیل" (سورہ الانفال: آیت ۸)

سنت اللہ یہ ہے کہ ظالم کو مہلت دی جاتی ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ بداعمالیوں کی شکار کسی قوم پر اس کے جرائم کی پاداش میں ظالم ان پر مسلط کردیا جائے..... لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ظالم اپنے انجام بد کو پہونچتا ضرور ہے۔

اسی طرح "ہر کمال کو زوال ہے" کا اصول بھی اس دنیا میں کارفرما ہے، ماضی قریب میں برطانیہ کی مثال دنیا کے سامنے ہے جس کو عرہ اور زعم تھا اس بات کا کہ اس کی مملکت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا..... آج کے سپر پاور کو چاہئے کہ وہ ماضی کے سبق کو نہ بھولے..... میرا خیال ہے کہ سقوط افغانستان وسقوط بغداد میں جس بڑے پیمانہ پر انسانی جانیں تلف ہوئی ہیں، دنیا کو اس کا صحیح اندازہ نہیں ہو پارہا ہے اس لئے کہ ذرائع ابلاغ پر قبضہ انہیں طاقتوں کا ہے جن کی وجہ سے یہ اتلاف ہوا ہے۔

اصلاح معاشرہ کی صدا برادران وطن میں بھی لگائی جائے

مسلم پرسنل لاء بورڈ کی تاسیس اور تشکیل ہی کے وقت سے اس کے پیش نظر دو بنیادی مقاصد رہے..... پہلا مقصد تو یہ ہے کہ قانون ساز اداروں عدالتوں اور میڈیا جیسے ذرائع سے مسلم پرسنل لاء پر اگر کوئی آنچ آئے تو اس کا دفاع کیا جائے۔ معقول طریقہ سے اس کی مدافعت کی جائے جہاں تک یکساں سول کوڈ کی بات ہے تو اس سلسلہ میں یہ موقف عام ہوچکا ہے کہ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ اس ملک میں بسنے والی دیگر اقلیتیں بھی اپنے اپنے پرسنل لاء سے دست بردار نہیں ہوسکتیں۔

مسلم پرسنل لاء بورڈ کے پیش نظر دوسرا بنیادی مقصد مسلمانوں کے معاشرہ کی اصلاح بھی رہا ہے۔ ناواقفیت یا جہالت کی وجہ سے یا مقامی رسم و

روایت کے اثرات کی وجہ سے مسلمانوں میں ایسی

> مسلم پرسنل لاء بورڈ اس بات کی ضرورت محسوس کررہا تھا کہ ہمارا وطن جس کی اخلاقی وروحانی قدروں کی ایک تاریخ رہی ہے، وہ اخلاقی و روحانی انحطاط کی طرف مائل ہے۔

باتیں رواج پاگئی ہیں جو شریعت کی روح سے مطابقت نہیں رکھتیں، ان سے مسلمانوں کو آگاہ کیا جائے اور انہیں "ادخلوا فی السلم کافۃ" (اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ) کی طرف دعوت دی جائے۔ جو لوگ حقیقت کی سطح پر جیتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ انسانی معاشرہ کے لئے بعض دفعہ طلاق کا عمل ایک ضرورت اور نعمت بن جاتا ہے، مگر ساتھ میں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ حلال کی ہوئی چیزوں میں یہ ایک ناپسندیدہ عمل بھی ہے اور اس کا بے جا استعمال سماج کے لئے لعنت بھی بن سکتا ہے..... اسی طرح وارثت کا مسئلہ ہے، اس مسئلہ کی اہمیت وافادیت کو واضح اور عام کرنے کی ضرورت ہے مثلاً اسلام میں Guardianship کو لیجئے اس کو نظام رحمت ہی کہا جائے گا کہ اس کے تحت نہ کوئی عورت لاوارث رہ سکتی ہے اور نہ کوئی بچہ لاوارث رہ سکتا ہے۔

مسلم پرسنل لاء بورڈ اس بات کی ضرورت محسوس کررہا تھا کہ ہمارا وطن جس کی اخلاقی وروحانی قدروں کی ایک تاریخ رہی ہے، وہ اخلاقی وروحانی انحطاط کی طرف مائل ہے اخبارات میں

> کاش کہ مدارس کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کرنے والے اس بات کو سمجھ سکیں کہ اللہ کی غیرت کو گوارا نہیں ہے کہ اسلام اس سرزمین سے مٹ جائے

شائع ہونے والی روزانہ کی خبروں سے بھی اس کا اندازہ لگانا اور اسے محسوس کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ چنانچہ ایسی سماجی برائیوں سے جن سے انسانی معاشرہ کو خطرہ لاحق ہوگیا ہے، بلاتفریق مذہب و ملت لڑنے کی ضرورت ہے اور ایسی سماجی برائیوں کے خلاف عوامی بیداری کی ضرورت ہے، مثلاً نشہ کا استعمال، سود، کرپشن، عریانیت جیسی برائیاں عام برائیاں ہیں جو انسانیت کا درد رکھنے والوں کو بے چین کردینے کے لئے کافی ہیں، چنانچہ بورڈ نے اصلاح معاشرہ کی تحریک کے دائرہ کار کو وسعت دی اور چاہا کہ تحریک اصلاح معاشرہ سے انسانیت کا درد رکھنے والوں کو جوڑا جائے۔ اس تجویز کو زیر عمل لانے نیز اسے مؤثر بنانے کے لئے کام کا

> آج جب کہ روس بکھر چکا ہے تو دنیا دیکھ رہی ہے کہ روس کے اس جبر واکراہ اور ظلم وزیادتی اور پابندیوں کے باوجود اسلام کو وہاں سے مٹایا نہیں جاسکا۔

خاکہ بنالیا گیا ہے اس کے لئے مختلف زون بنادئے گئے ہیں تاکہ تقسیم کار کے نتیجہ میں کام میں تیزی آئے اور اس کے مفید ومثبت نتائج سامنے آئیں۔ ہمیں امید ہے کہ اس سلسلہ میں بورڈ کو ملک کے باشعور اہل علم انصاف پسندوں اور انسانیت نوازوں کا عملی تعاون حاصل رہے گا۔

مدارس عربیہ نشانہ پر کیوں؟

آپ سو سال پیچھے ہٹیں اور تاریخ پر نظر ڈالیں تو دیکھیں گے کہ ایک سابق سپر پاور روس نے بھی مدارس اور مساجد کو اپنے لئے بڑا خطرہ تصور کیا تھا اور ان پر سخت پابندیاں عائد کردی تھیں، وہاں کی وہ ۶/۵ ریاستیں جہاں مسلم آبادی خاصی تھی، وہاں ایسے پہرے سخت تھے لیکن آج جب کہ روس بکھر چکا ہے تو دنیا دیکھ رہی ہے کہ روس کے اس جبر واکراہ اور ظلم وزیادتی اور پابندیوں کے باوجود اسلام کو وہاں سے مٹایا نہیں جاسکا۔

ایک بار پھر مدارس کو نقصان پہنچائے جانے کی کوششیں ہورہی ہیں موقع چاہے تاتاری حملہ کا رہا ہو، یا ۱۸۵۷ء کے غدر کا، مدرسوں کو نشانہ اور ہدف بنایا جاتا رہا۔

ہمارے ملک میں مدارس عربیہ کے خلاف جو پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے اور ان پر الزام عائد کیا جارہا ہے، وہ بے بنیاد ہے اور اسے آج تک ثابت نہیں کیا جاسکا ہے اور مدارس کی افادیت اور ان کی حقیقت سے جو لوگ واقف ہیں وہ خوب سمجھ رہے ہیں کہ یہ الزام بے بنیاد ہیں اور جھوٹ پر مبنی ہیں مگر جھوٹ کو دہرانے کی پالیسی کی بات ہے کہ جھوٹ کو اتنا دہرائیے کہ اس پر سچ کا گمان ہونے لگے..... کاش کہ مدارس کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کرنے والے اس بات کو سمجھ سکیں کہ اللہ کی غیرت کو گوارا نہیں ہے کہ اسلام اس سرزمین سے مٹ جائے..... البتہ اہل مدارس کے لئے اس منفی پروپیگنڈہ میں بیداری کا ایک پیغام مضمر ہے، وہ اپنے اندر نظم وضبط پیدا کریں، اپنے یہاں تعلیم کے معیار کو بلند کریں، مدارس کے متعلق خیراتی اداروں کے تصور کو ختم کریں، اور مدارس سے سماج کو تعلیم یافتہ اور مہذب بنانے کا جو مفید اور عظیم کام انجام پارہا ہے اس سے میڈیا کو آگاہ کریں، نصاب تعلیم اور تربیت کے جو عصری اور واقعی تقاضے ہیں اور جن کو اپنانے کے نتیجہ میں مدارس کی اصل روح اور مقصد پر حرف نہ آئے۔ ان تقاضوں کو پورا کرنے پر توجہ دیں مثلاً ہندی وانگریزی، معلومات عامہ جیسے مضامین کی افادیت سے کون انکار کرسکتا ہے، مدارس کو چاہئے کہ وہ اس پر توجہ دیں کہ ہم علماء کی باخبر قوم پیدا کریں جو خود بھی ملت کو درپیش خطرات سے واقف ہو اور ملت کو بھی ان سے خبردار کرتی رہے اور ان کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی رہے۔

☆☆☆

Editor : Shamsul Haq Nadwi

مولانا عبداللہ حسنی ندوی

"قلبِ سلیم" ہی اصل ہے

(معہد سکروری لکھنؤ میں کئی گئی ایک تقریر سے چند اقتباسات)

اصل کامیابی کیا ہے؟

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم

"من زحزح عن النار و ادخل الجنة فقد فاز" (جو جہنم سے بچالیا گیا جنت میں پہنچادیا گیا وہ کامیاب ہوگیا)۔

ہماری اصل بنیادی کامیابی یہی ہے، ہر شخص کو اپنے ذہن میں یہ بات ہمیشہ تازہ رکھنی چاہئے کہ ہماری اصل کامیابی کیا ہے اتنی بات تو معلوم ہے کہ سب سے بڑی کامیابی جنت کی کامیابی ہے، اس سے بڑھ کر کوئی کامیابی نہیں ہے کسان کے لئے بھی، ملازم کے لئے بھی، عام انسان کے لئے بھی، طالب علم کے لئے بھی، معلم کے لئے بھی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ وہ جنت میں چلا جائے، اور جہنم سے بچ جائے، تو ظاہر بات ہے کہ اگر یہ بتادیا جائے کہ فلاں تاجر بڑا کامیاب ہے، فلاں کسان بڑا کامیاب ہے، فلاں فن کا ماہر بڑا کامیاب ہے اپنے فن میں، اپنے پیشہ میں اور آپ کامیابی چاہتے ہیں تو آپ بھاگے ہوئے جائیں گے اس کے پاس کہ بھائی بتاؤ تم کون سا طریقہ اختیار کرتے ہو جس کی بنا پر تم کامیاب ہو، آخر وہ کون سا طریقہ ہے آپ اس کی خوشامد کریں گے بھئی بتادو، ساری کامیابیوں میں اتنی بات تو بالکل واضح ہوگئی کہ سب سے بڑی کامیابی آخرت کی کامیابی ہے، کہ جنت میں پہنچ جائیں اور جہنم سے بچ جائیں۔

یہ کامیابی کیسے حاصل ہوتی ہے؟

لیکن یہ آخرت کی کامیابی کیسے حاصل ہوتی ہے، تو اس کے لئے ایک عام قاعدہ اور بنیادی اصول بتادیا گیا" ومن یطع الله ورسوله فقد فاز فوزاً عظیما" جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، یہ عظیم کامیابی حاصل ہوجائے گی، ظاہر ہے یہ کامیابی ملے گی اس کو جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے تو بہت سے شعبے ہیں، سیکڑوں شعبے ہیں، لیکن ان شعبوں میں کون سا شعبہ اتنا اہم ہے کہ اگر وہ شعبہ رہ جائے اور سارے شعبے چاہے جمع ہوں تو بھی کامیابی نہیں مل سکتی، اور اگر وہ شعبہ حاصل ہوجائے اور اس کے اور شعبے مل جائیں تو جتنے شعبے بھی حاصل ہوتے چلے جائیں گے اتنی ہی زیادہ کامیابی بڑھتی چلی جائے گی، اسی طرح جتنی چیزیں یا جتنے امور ہیں ان میں کسی نہ کسی چیز کو بنیادی اور اساسی حیثیت حاصل ہوتی ہے، مثلاً حج ہے، حج کے بہت سے اعمال اور ارکان ہیں، لیکن حدیث میں آتا ہے کہ "الحج عرفة" اسی سے مسئلہ بھی ہے کہ اگر وقوف عرفہ نہ ہو پائے تو حج نہیں ہوتا، اس کے علاوہ جتنے ارکان واعمال ہیں وہ چھوٹ جائیں یا وقت پر نہ ہوسکیں تو بعد میں کئے جاسکتے ہیں، دم دیا جاسکتا ہے، آگے پیچھے کیا جاسکتا ہے، ان کا بدل ہے لیکن اگر عرفہ کے دن عرفہ کے میدان میں کوئی نہ جاسکا اور نہ ٹھہر سکا تو اس کا حج نہیں ہوتا، تو معلوم ہوا کہ وقوف عرفہ سب سے اہم ہے، اسی طرح توبہ ہے توبہ کی بہت سی شرطیں آپ نے پڑھی ہوں گی، لیکن اصل توبہ "إنما التوبة الندم" اصل توبہ ندامت کا نام ہے، یوں تو یہ گناہ ہے اس کو چھوڑ دینے پر ندامت ہو آئندہ نہ کرنے کا عزم ہو، اور حقوق کی ادائیگی ہو، اگر حقوق کا مسئلہ ہے لیکن بنیادی چیز ندامت ہے، مثلاً آدمی گناہ کرتا ہے، اس نے چھوڑ دیا گناہ نہیں کررہا ہے اور آئندہ بھی نہ کرنے کا ارادہ ہے، لیکن اس لئے چھوڑ دیا کہ گھر والے برا کہتے ہیں، اس لئے چھوڑ دیا کہ معاشرہ اچھا نہیں سمجھ رہا ہے سماج اس کو برا کہتا ہے، ندامت نہیں ہے اس کو، بلکہ اس کا لطف لے رہا ہے کہ بہت اچھا کام ہوا، لیکن کیا کریں فلاں گھر والے نہیں مانتے ہیں، فلاں یہ کہتا ہے اور فلاں یہ کہتا ہے اس ڈر سے وہ گناہ چھوڑتا ہے، ندامت نہیں ہے تو توبہ نہیں ہوگی۔

ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے

اسی طرح آپ دیکھتے چلے جائیں ہر جگہ آپ کو ایک بنیادی چیز ملے گی، یہ جو عمارت ہے اس کے نیچے ایک بنیاد ہے، اب یہ عمارت کتنی بلند ہے چھت بھی ہے، ستون بھی ہیں، دیواریں بھی ہیں، تہائی بھی ہے، پنکھے بھی ہیں، بجلی ہے ساری چیزیں لگی ہیں سب مل کے عمارت ہے، لیکن اگر بنیاد نہ ہو تو عمارت چاہے کتنی اونچی کھڑی کردیجئے بیکار ہے ڈھ جائے، ایک ہوا چلے گی پوری عمارت ختم ہوجائے گی، لیکن بنیاد اس کو روک لیتی ہے، اسی طرح ہر چیز میں ایک بنیاد ہے، تو سب سے بڑی کامیابی جو حاصل ہونے والی ہے وہ کامیابی حاصل کیسے ہوگی، اس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہر شعبہ میں کرنی پڑے گی، عقائد میں، عبادات میں، معاملات میں، لین دین میں، تجارت میں، سیاست میں، تعلقات میں، حقوق کی ادائیگی میں، میراث میں اور ساری چیزوں میں، سب میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت۔ اسوۂ رسول دیکھنا چاہئے" ولکم فی رسول الله اسوة حسنة فمن کان یرجوا الله والیوم الآخر" لیکن ان تمام چیزوں میں ایک

اصل ہے ایک بنیاد ہے اگر وہ نہیں ہے تو سب کچھ بے کار ہے، اور اگر وہ ہے تو اس قدر شاندار عمارت وجود میں آئے گی کہ آدمی اس کو دیکھتے ہی اس کا گرویدہ ہوجائے گا، ایسا عمدہ ڈھانچہ تیار ہوگا ایسی حسین چیز سامنے آئے گی ایسا حسین وخوش نما گلدستہ سامنے آئے گا کہ جہاں پیش کردیا جائے وہ قبول کرلیا جائے گا۔

اطاعت میں بنیادی چیز کیا ہے؟

اللہ اور رسول کی اطاعت میں وہ کون سی بنیادی چیز ہے جس کے بغیر طاعتیں ضائع ہوسکتی ہیں اس کو بھی قرآن شریف میں بیان کردیا گیا ہے" یوم لا ینفع مال ولا بنون إلا من أتی الله بقلب سلیم" "آخرت میں نہ مال نفع پہونچا سکے گا نہ اولاد۔ اس دن جو اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر آئے گا اس کے لئے نفع بخش ہوگا۔" تو معلوم ہوا کہ قلب سلیم اصل ہے، قلب سلیم کیا ہوتا ہے؟ یہ بھی معلوم کرنا پڑے گا، اس لئے کہ قلب سلیم کے بھی سینکڑوں اوصاف ہیں، ایک وصف ایسا ہے جو بنیادی وصف ہے، جیسے اطاعت خدا اور رسول میں قلب سلیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، اسی طرح قلب سلیم کے اوصاف میں ایک وصف کو بنیادی اور اساسی حیثیت حاصل ہے، اگر اس وصف سے قلب متصف نہ ہوگا تو وہ قلب سلیم نہ کہلائے گا، وہ قلب اور وہ دل جو صحیح سالم ہو، ہر عیب سے، ہر نقص سے، یوں کہہ سکتے ہیں کہ جنتی دل، جو جنتی دل لے کر آئے گا وہ جنت میں جائے گا، اور جو جنتی دل نہیں لے کر آئے گا تو وہ جنت میں نہیں جائے گا، جنتی دل ہونا کیا ہے قرآن مجید میں اس کو بیان فرمادیا گیا ہے" ونزعنا ما فی صدورهم من غل" جب جنت والے جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ہر قسم کا غل نکال دیں گے، جب تک دل میں غل ہے تب تک دل کے اندر مکمل سلامتی نہیں ہے اور جب غل نکل جاتا ہے تو دل کے اندر سلامتی پیدا ہوجاتی ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے وصف میں فرمایا علامت بیان کی کہ جن کے دل میں غل نہیں ہوتا وہ کیا کہتے ہیں ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا إنك رؤف رحیم (اے اللہ! جو ہم سے پہلے جا چکے ہیں ان کی طرف سے کوئی ہمارے دل میں کھوٹ اگر ہو تو نکال دیجئے ہمارے بڑوں کی طرف سے کوئی غل نہ رہے، اے اللہ ان سب کو معاف کیجئے اور ہمارے دل کو صاف کیجئے) یہ دعا کرنا علامت ہے اس کی کہ یہ جنت والوں کی دعا ہے، اور اس کے برخلاف جس دل میں غل ہوگا ان کی بھی صفت بیان کی گئی ہے، اہل جہنم کا دل جو ہے غل سے پُر ہوگا اور وہ لعنت وملامت وپھٹکار کے سائے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے، ان کی بھی صفت بیان کی گئی ہے" إنا اطعنا سادتنا و کبرائنا فاضلونا السبیل ربنا انهم ضعفین من العذاب والعنهم لعنا کبیرا" (اے اللہ ان کی میں نے پیروی کی اپنے بزرگوں کی، بڑوں کی انہوں نے گمراہ کیا، ان کو دوہرا عذاب دے ان پر پھٹکار برسا) پوری صفت ان کی بیان کی گئی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اپنے بڑوں بزرگوں سے بدظنی، ان کی طرف سے دل میں میل ان کو برا کہنا لعنت ملامت کرنا یہ جنت والوں کی صفت نہیں ہے۔

اخلاص بنیادی صفت ہے

اسی طرح قلبی امراض نہ ہوں یعنی دل میں حسد نہ ہو، کینہ نہ ہو، کپٹ نہ ہو، دوسروں کو ذلیل کرنے کے جذبات نہ ہوں، بدظنی نہ ہو، اور اسی طرح بے جا غصہ نہ ہو، تکبر نہ ہو، غرور نہ ہو، ریا نہ ہو نام ونمود کا حد سے زیادہ شوق نہ ہو وغیرہ، اگر یہ تمام چیزیں آپ نے اپنے دل سے نکال دیں تو وہ دل دل ہوگا، قلب سلیم ہوگا، اور پھر اس کے ساتھ اچھے اوصاف دل میں پیدا کرلے، لیکن اس میں بھی ایک بنیادی صفت ہے، جس کے اوپر قلب سلیم کی بنیاد قائم ہے وہ ہے بنیاد اخلاص کی، جس دل میں اخلاص ہے وہ دل اصل ہے جو اللہ کے یہاں قابل قبول ہوگا، اور جس دل میں اخلاص نہیں ہوگا وہ قابل قبول نہیں ہوگا۔ آپ کے دل میں اگر دوسرے اچھے اور پسندیدہ اوصاف ہیں لیکن اخلاص نہیں تو وہ اوصاف کام نہیں دیں گے اور اگر اخلاص کے ساتھ اوصاف حمیدہ اور جذبات پسندیدہ بھی ہوں تو اس دل کی خوبی اور مقبولیت کی کوئی انتہا نہیں۔

لیکن بنیاد اخلاص ہے، اور اخلاص کس کو کہتے ہیں، یعنی جو کام بھی آپ کریں اخلاص سے کریں یہ ہے وہ نسخۂ کیمیا کہ اگر ہمارے چھوٹے بچے اور بڑے جو طلباء ہیں وہ سب ابھی طے کرلیں کہ اپنے دل میں اخلاص پیدا کریں گے تو میں کامیابی کی ضمانت دے سکتا ہوں۔

اخلاص کہتے کس کو ہیں؟ اخلاص یعنی صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کام کرنا، یہ طے کرلینا کہ ہم جو تعلیم حاصل کررہے ہیں وہ اس لئے حاصل کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوجائے اللہ تعالیٰ خوش ہوجائے، اگر یہ طے کرلیں تو آپ سبق بھی زیادہ یاد کرلیں گے، سبق کو آسانی سے سمجھ بھی لیں گے اور سبق آپ کی ترقی کا ذریعہ بھی بن جائے گا اور آپ کے لئے علم کی راہیں کھل جائیں گی، اور وہ امتیازی صفت حاصل ہوگی جو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

☆☆☆

Editor : Shamsul Haq Nadwi

مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوۂ صحابہ

ماہ ربیع الاول کے مہینہ میں انسانیت کی صبح صادق ہوئی، دنیا کو حیات نو ملی، انسان کو انسانوں کی طرح جینے کا سلیقہ آیا، انسانیت کے محسن اعظم ﷺ عالم آب وگل میں تشریف لائے، صدیوں کے بعد زمین کا آسمان سے رابطہ قائم ہوا، خدا نے اپنی آخری کتاب اپنے آخری اور سب سے محبوب نبی پر نازل فرمائی، آپ ﷺ کے واسطے سے دنیا کو خدا کا کلام ملا، زندگی گذارنے کا نظام ملا، آپ ﷺ کی پوری زندگی قرآن مجید کی تفسیر تھی، یہی نظام زندگی شریعت مصطفوی ہے جس کی پابندی ہر ہر امتی پر فرض ہے۔

امت کو جو کچھ ملا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ملا، ایمان ملا، امن وامان ملا، دین ملا، شریعت ملی، اخلاق ملے، اعلیٰ قدریں ملیں، محبت ملی، خلوص ملا، علم کی روشنی ملی، حقیقی عزت ملی، واقعہ یہ ہے کہ اسی نظام مصطفوی کے طفیل میں دنیا کی حکومت ملی، عرب کے وہ باشندے جو تہذیب وتمدن سے دور تھے اور اس وقت کی متمدن اور ترقی یافتہ حکومتیں ان کو اس قابل بھی نہیں سمجھتی تھیں کہ نگاہ اٹھا کر ان کی طرف دیکھیں، چند سالوں میں وہ دنیا کے نگہبان بن گئے، اس وقت دنیا کو ان کی قیمت کا احساس ہوا۔

یہ عزت ان کو کہاں سے ملی، یہ نظام ان کو کیسے حاصل ہوگیا، کیا چیز تھی جس نے ان کو قیمتی بنادیا، یہ صرف ایک نبی کا فیض صحبت تھا جس نے ان کو کہیں سے کہیں پہونچادیا۔

نبی اکرم ﷺ کی زندگی اور آپ کے پاکیزہ اخلاق ان کے سامنے تھے، محسن اعظم ﷺ کی محبت ان کے رگ وریشہ میں سرایت کرچکی تھی، اس محبت کی گواہی اپنوں نے بھی دی اور غیروں نے بھی اس کا اقرار کیا، عروہ بن مسعود ثقفی کہتے ہیں کہ بخدا میں نے قیصر وکسریٰ کے دربار دیکھے ہیں، میں نے دنیا کی خاک چھانی ہے مگر میں نے محمد ﷺ کے ساتھیوں کو محمد ﷺ سے جیسی محبت کرتے دیکھا اس کی مثال کہیں نہیں ملتی (بعد میں عروہ مسلمان ہوئے رضی اللہ عنہ)

ذرا غور کیجئے۔ غزوہ احد کا موقع ہے گھمسان کا رن پڑ رہا ہے، دشمنوں نے آپ ﷺ پر ہلہ بول دیا ہے جان نثار خاص آگے بڑھ بڑھ کر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کررہے ہیں، حضرت زیاد انصاریؓ اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھے، اور ایک ایک کر کے شہید ہوگئے، حضرت طلحہؓ نے اپنے ہاتھ کو ڈھال بنالیا اور وہ ہاتھ شل ہوکر رہ گیا۔

حضرت خبیبؓ کو کفار قریش نے دھوکہ دے کر قید کردیا ہے اور اب وہ ان کو پھانسی پر لٹکانے کے لئے صلیب کے نیچے لے آئے ہیں، اور ان سے کہتے ہیں" اسلام چھوڑ دو تو تمہاری جان بخشی ہوسکتی ہے، حضرت خبیبؓ فرماتے ہیں کہ جب اسلام نہ رہا تو جان رکھ کر کیا کریں گے، اب ان کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا ہے اور نیزے کی انی سے ان کے جسموں پر چرکے لگائے جارہے ہیں ایسی حالت میں ایک بدبخت ان کے جگر کو چھیدتا ہوا کہہ رہا ہے کہ" اب تم بھی پسند کرتے ہوگے کہ محمد (ﷺ) پھنس جائیں اور میں چھوٹ جاؤں" قربان جایئے حضرت خبیبؓ پر نہایت خوشی سے فرماتے ہیں" خدا جانتا ہے کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جانے کے لئے نبی ﷺ کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے"۔

اللہ اکبر! ان کا دل اسلام پر کتنا قائم تھا، ان کو دین حق پر کیسی استقامت تھی، محبت رسول ﷺ سے ان کا دل کتنا سرشار تھا، یہ وہ حقیقی محبت تھی جو ایمان کی بنیاد ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

لا یومن أحدکم حتی أکون أحب الیه من والده وولده والناس أجمعین (تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں)

صحابہ کرامؓ کے مزاج میں حقیقت پسندی تھی، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ اللہ کے رسول! آپ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں سوائے اپنی ذات کے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، ابھی ایمان کامل نہیں ہوا، حضرت عمرؓ نے کچھ دیر توقف فرمایا، پھر عرض کیا کہ اب تو آپ کی محبت اپنی ذات سے زیادہ ہوگئی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر! اب ایمان کامل ہوا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

النبی أولی بالمومنین من أنفسهم (احزاب ۶)

"نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں"

صحابہ کرام کے دلوں میں نبی اکرم ﷺ کی محبت اتر چکی تھی، آپ ﷺ کا ایک اشارہ ان کے اندر انقلاب لانے کے لئے کافی تھا، ان کی ساری چاہتیں آپ ﷺ کے ایک اشارے کے آگے قربان تھیں۔

(بقیہ صفحہ ۲۸ پر)

اصلاح معاشرہ

مولانا عتیق احمد قاسمی

عائلی تنازعات کا شرعی حل

اسلام کی نظر میں نکاح وقتی لطف اندوزی کا معاہدہ نہیں ہے بلکہ ایسا پائدار اور قابل احترام رشتۂ الفت ومحبت ہے جسے زندگی کے آخری لمحہ تک برقرار رکھنا چاہئے، اسی لئے اسلام میاں بیوی میں سے ہر ایک کو دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی تاکید کرتا ہے اور رشتۂ نکاح برقرار رکھنے کے خاطر ایک دوسرے کی ناگوار اور خلاف مزاج باتوں کو انگیز کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

عورتوں کو ہدایات:

عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جائز امور میں شوہروں کی اطاعت کریں: شوہروں کی اطاعت پر انھیں جنت کی بشارت سنائی گئی ہے اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے چند ارشادات یہ ہیں۔

(۱) حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جس عورت کا انتقال اس حال میں ہوا کہ اس کا شوہر اس سے خوش ہو وہ جنت میں جائے گی۔ (رواہ الترمذی)

(۲) حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: عورت جب پنج وقتہ نمازیں پڑھے، ماہ رمضان کا روزہ رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔ (رواہ ابونعیم فی الحلیۃ)

(۳) حضرت ابو اسامہؓ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی مومن نے اللہ کے تقویٰ کے بعد نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز حاصل نہیں کی، جس کا حال یہ ہو کہ اگر شوہر اسے کسی بات کا حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور اگر شوہر اسے دیکھے تو وہ شوہر کو خوش کر دے، اگر اس کے بھروسہ شوہر کوئی قسم کھالے تو وہ شوہر کی قسم پوری کرے اور شوہر کی عدم موجودگی میں اپنی ذات اور شوہر کے مال کے بارے میں شوہر کی خیر خواہی کرے۔ (رواہ ابن ماجہ)

شوہروں کو ہدایات:

ازدواجی زندگی کو کامیاب اور خوشگوار بنانے کے لئے اگر ایک طرف بیوی کو شوہر کی اطاعت کرنے کی سخت تاکید کی گئی ہے تو دوسری طرف اس سے زیادہ تاکید کے ساتھ شوہر کو بیوی کے ساتھ حسن معاشرت اور حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، حتیٰ کہ بیوی کے ناپسند ہونے کے باوجود اس کے ساتھ خوش اسلوبی اور حسن معاشرت کے ساتھ عائلی زندگی گذارنے کا حکم ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے۔

وعاشروهن بالمعروف فان كرهتموهن فعسى ان تكرهوا شيا ويجعل الله فيه خيراً كثيراً

(سورہ نساء: آیت ۱۹)

"اور بیویوں کے ساتھ خوش اسلوبی سے گزر بسر کرو، اگر وہ تمھیں ناپسند ہوں تو عجب کیا کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس کے اندر کوئی بڑی بھلائی رکھ دے"

حضرت ابو ہریرہؓ کا ارشاد ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: کوئی مومن مرد کسی مومن عورت کو سخت ناپسند نہ کرے، اگر اس کی کوئی عادت اسے ناپسند ہوگی تو دوسری عادتیں پسندیدہ ہوں گی (رواہ مسلم)

(۲) اسلام نے مرد کے بہتر ہونے کی کسوٹی اسی کو قرار دیا ہے کہ اس کا رویہ بیوی کے ساتھ کیسا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے لئے سب سے بہتر ہو اور میں تم سب میں اپنے اہل وعیال کے لئے سب سے بہتر ہوں۔ (رواہ الترمذی)

مرد کی ذمہ داری زیادہ بڑی ہے:

ازدواجی زندگی کو خوشگوار اور کامیاب بنانا مرد اور عورت دونوں کی ذمہ داری ہے، لیکن فیملی سربراہ ہونے کی وجہ سے مرد کی ذمہ داری بڑھی ہوئی ہے، میاں بیوی کے درمیان ناچاقی اور دوری پیدا ہونے کی صورت میں انتظامی سربراہ ہونے کی حیثیت سے شوہر کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اپنی ضد اور انا کو قربان کرتے ہوئے باہمی تعلقات درست کرنے کے لئے پیش قدمی کرے، اگر تعلقات کا بگاڑ خود اس کے اپنے رویہ کی وجہ سے ہے تو اپنی اصلاح کرے، اپنا رویہ درست کر کے بیوی کا دل جیتنے کی کوشش کرے، اور اگر صورت حال اس کے برعکس ہے تو نرمی، خیر خواہی، محبت اور حکمت کے ساتھ بیوی کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرے، ردعمل اور جذباتیت میں فوری طور پر کوئی سخت قدم اٹھانے کے بجائے نتائج اور عواقب پر غور کر کے افہام وتفہیم کے ذریعہ اپنے ہرے بھرے ازدواجی گلستان کو خاکستر بننے سے بچالے۔

خانگی جھگڑوں کا قرآنی حل:

قرآن کریم نے عائلی تنازعات کو حل کرنے کے لئے مرحلہ وار مختلف اقدامات کا حکم دیا ہے ہمیں یقین ہے کہ اگر انھیں بروئے کار لایا جائے تو زیادہ تر تنازعات بڑی آسانی کے ساتھ ختم کئے جاسکتے ہیں، سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الرجال قوامون على النسآء بما

Editor : Shamsul Haq Nadwi

فضل الله بعضهم على بعض و بما انفقوا من اموالهم فالصلحات قنتت حفظت للغيب بما حفظ الله والتى تخافون نشوزهن فعظوهن فى المضاجع و اضربوهن فإن اطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا ان الله كان عليا كبيراً وان خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكما من اهله وحكما من اهلها ان يريدا اصلاحا يوفق الله بينهما

(سورہ نساء: آیت ۳۴، ۳۵)

"مرد عورتوں کے سرپرست ہیں، اس لئے اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر بڑائی دے رکھی ہے اور اس لئے کہ مردوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے، سو نیک بیویاں اطاعت کرنے والی اور پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت سے حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں، اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم ان کی سرکشی کا علم رکھتے ہو تو انھیں نصیحت کرو، اور انھیں خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو اور انھیں مارو، پھر اگر وہ تمھاری اطاعت کرنے لگیں تو ان کے خلاف بہانے نہ ڈھونڈو، بیشک اللہ بڑا ہی رفعت والا بڑا ہی عظمت والا ہے، اور اگر تمھیں دونوں کے درمیان کشمکش کا علم ہو تو تم ایک حکم مرد کے خاندان سے اور ایک حکم عورت کے خاندان سے مقرر کردو، اگر دونوں کی نیت اصلاح حال کی ہوگی تو اللہ دونوں کے درمیان موافقت پیدا کردے گا"

سورہ نساء کی ان دو آیتوں میں میاں بیوی کے تنازعات کو حل کرنے کے لئے مرحلہ وار چار اقدامات کا ذکر ہے۔

آیت ۳۴ کے ابتدائی حصہ میں شوہر کو فیملی کا سربراہ اور نگراں قرار دیا گیا ہے، کیونکہ دنیا کی کوئی اجتماعی وحدت ایک شخص کو سربراہ مقرر کئے بغیر حسن وخوبی کے ساتھ نہیں چل سکتی اور گھر کی سربراہی کے لئے عام طور پر مرد ہی زیادہ موزوں ہوتے ہیں، افراد خانہ کو ڈسپلن کا پابند بنانے اور ان کی سرگرمیوں کو صحیح رخ دینے میں عموماً مرد زیادہ کامیاب ہوتے ہیں۔

شوہر کی قوامیت سے اس کا ڈکٹیٹر اور آمر مطلق ہونا مراد نہیں ہے بلکہ قوام سے مراد گھر کی انتظامی سربراہی اور افراد خانہ کی ضرورت کا خیال رکھنا نیز ان کی تعلیم وتربیت کے لئے فکر مند اور کوشاں ہونا ہے۔

اس آیت میں مرد کو قوام (نگراں و سربراہ) بنانے کے دو اسباب ذکر کئے گئے ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کا مرد کو عورت پر یک گونہ فضیلت عطا کرنا، اسی کی ترجمانی ایک دوسری آیت میں اس طرح کی گئی ہے۔

ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف وللرجال عليهن درجة والله عزيز حكيم

(بقرہ: آیت ۲۲۸)

"اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ عورتوں پر حق ہے دستور کے موافق، اور مردوں کو ان کے اوپر یک گونہ فضیلت حاصل ہے اور اللہ بڑا زبردست، بڑا حکمت والا ہے۔"

(۲) بیوی اور بچوں پر خرچ کرنے کی تمام ذمہ داریاں (تمام مالی ذمہ داریاں) شوہر کے ذمہ ہونا۔

اسی لئے ہمارے فقہاء صراحت کرتے ہیں کہ اگر بیوی مالدار اور صاحب ثروت ہو تو بھی اس کے نان ونفقہ اور رہائش کا بندوبست شوہر کے ذمہ لازم ہیں خواہ شوہر غریب ہی ہو، اس تفصیل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اگر کوئی عورت اپنی خوشی سے اپنا خرچ خود اٹھاتی ہو، شوہر پر نان نفقہ کا بار نہ ڈالتی ہو، بلکہ گھر کے اخراجات میں بھی اپنا پیسہ لگاتی ہو تو بھی اس کے شوہر کی قوامیت پر اثر نہیں پڑے گا، کیونکہ مرد کو قوام (نگراں) مقرر کرنے کی اولین وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر یک گونہ فضیلت عطا فرمائی ہے عموماً مردوں کو ان صلاحیتوں سے زیادہ مالا مال کیا ہے جن کی ضرورت گھر کی سربراہی میں پیش آتی ہے، لیکن خاندان کی تعمیر وتشکیل میں عورت کا حصہ مرد سے کسی طرح کم نہیں، گھر کے داخلی امور کی ذمہ داری اور نگرانی تمام تر عورت کی ہوتی ہے، مرد اور عورت عائلی نظام میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں، ان دونوں کے باہمی تعاون اور اعتماد ہی سے گھر کا انتظام بہتر طور پر ہوسکتا ہے۔

سورہ نساء کی آیت ۳۴ میں نیک عورتوں کی دو صفات بیان کی گئی ہیں (۱) نیک عورتیں شوہروں کی اطاعت گذار ہوتی ہیں، (۲) شوہر کی عدم موجودگی میں بھی اس کی آبرو اور مال کی حفاظت کرتی ہیں، اس آیت میں مذکور نیک بیویوں کی دونوں صفات کی وضاحت مندرجہ بالا احادیث سے ہوتی ہے۔

"حفظت للغيب" کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نیک بیویاں اپنے شوہروں کی رازدار اور پردہ پوش ہوتی ہیں، ازدواجی زندگی میں رازداری اور پردہ پوشی بہت اہمیت اور ناگزیر صفت ہے، اسی کلیدی صفت کو ایک آیت میں معجزانہ بلاغت کے ساتھ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

هن لباس لكم وانتم لباس لهن (وہ تمھارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو)

اگر کوئی عورت رازدار نہیں ہے، شوہر کی جو باتیں اسی تک محدود رہنی چاہئے اسے دوسروں تک پہنچاتی ہے، شوہر کے حریم کا تقدس برقرار نہیں رکھتی، شوہر کی عدم موجودگی میں غیر متعلق اور ناپسندیدہ افراد کو گھر میں جگہ دیتی ہے تو ایسی عورت شوہر کے لئے سوہان روح ہوتی ہے، اس کی عائلی زندگی کو خوشگوار بنانے کے بجائے بے مزہ اور تلخ بنادیتی ہے۔

اس آیت میں نیک بیوی کی صفات بیان کرنے کے بعد ان عورتوں کو راہ راست پر لانے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے جو نیک بیوی کی صفات اپنے اندر نہیں رکھتیں، اپنی ازدواجی ذمہ داریاں پوری نہیں کرتیں، جائز امور میں شوہر کی اطاعت

نہیں کرتیں، شوہر کے مال اور آبرو کی حفاظت نہیں کرتیں، بدمزاج یا بدچلن ہوتی ہیں، ایسی عورتوں کو راہ راست پر لانے کے لئے شوہروں کو مرحلہ وار تین اقدامات کی تعلیم دی گئی ہے۔

پہلا اقدام ہے.....وعظ و نصیحت، افہام وتفہیم۔

وعظ کا مفہوم ہے پوری فکرمندی، نرمی اور خیر خواہی سے بار بار سمجھانا، خدا کا خوف دلانا، آخرت کی باز پرس سے ڈرانا، اگر عورت کی طرف سے نافرمانی اور بے راہ روی کی صورت میں شوہر عورت کے مزاج اور نفسیات کو پہچان کر خیر خواہی اور فکرمندی کے جذبہ کے ساتھ اسے افہام وتفہیم کے ذریعہ راہ راست پر لانے اور اصلاح کرنے کی کوشش کرے گا تو انشاء اللہ اسے کامیابی حاصل ہوگی، وعظ سے مراد محض ڈانٹ پھٹکار اور غصہ کا اظہار نہیں، عورت کی عزت نفس کا خیال کئے بغیر بے موقع ڈانٹ پھٹکار سے اکثر اوقات عورت کا آبگینۂ دل چکنا چور ہوجاتا ہے، اور اس کی اصلاح ہونے کے بجائے اس میں ایک طرح کی ضد پیدا ہوجاتی ہے۔

دوسرا اقدام.....ھجر فی المضاجع

اگر وعظ وتذکیر سے عورت کی اصلاح نہ ہوسکے تو شوہر اپنے طرز عمل سے بے رخی اور خفگی کا اظہار کرے، ھجر فی المضاجع کا مفہوم بعض مفسرین نے ترک جماع بتایا ہے اور بعض نے ترک کلام، بعض مفسرین نے خواب گاہ میں بستر پر لیٹے ہوئے رخ دوسری طرف پھیر لینا بیان کیا ہے، ان سب اقوال کا حاصل یہ ہے کہ شوہر اپنے رویہ اور طرز عمل میں تبدیلی لاکر اپنی ناراضگی عورت پر ظاہر کردے، بعض عورتوں کو راہ راست پر لانے میں یہ تدبیر زیادہ مؤثر اور کارگر ہوتی ہے۔

تیسرا اقدام.....ہلکی مار پیٹ

اصلاح کی اوپر ذکر کردہ دونوں تدبیروں کے ناکام ہونے پر شریعت نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اگر شوہر کو اس بات کی پوری توقع ہو کہ ہلکی مار سے عورت کی اصلاح ہوجائے گی وہ راہ راست پر آجائے گی تو شوہر یہ اقدام بھی کرسکتا ہے، لیکن اس سلسلے میں چند شرائط کا لحاظ ضروری ہے۔

(۱) عورت کو مارنا اس سے انتقام لینے اور جذبات غضب کی تسکین کے لئے نہ ہو بلکہ اس کی اصلاح کی خاطر ہو، انتقامی جذبہ کے ساتھ مارنے میں اصلاح کے بجائے تعلقات خراب ہونے اور دوری بڑھنے کا زیادہ اندیشہ ہے، اس طور پر عورت کو مارنا سخت گناہ اور حرام ہے۔

(۲) عورت کی کھلی ہوئی بے راہ روی اور نافرمانی دیکھ کر شوہر قرآن کی بتائی ہوئی دو ابتدائی اصلاحی تدبیروں کو آزما چکا ہو، ان تدبیروں سے عورت کی اصلاح نہ ہوسکی ہو اور شوہر کو اندازہ ہو کہ ہلکی مار مارنے سے بھی بیوی راہ راست پر نہ آسکے گی، اور اس کی اصلاح کی کوئی امید نہ ہو تو محض اصلاحی کورس پورا کرنے کے لئے بیوی کو مارنا درست نہیں ہے۔

(۳) صورت حال جو بھی ہو شوہر کو اس بات کی اجازت نہیں کہ بیوی کو شدید زدوکوب کرے، مختلف احادیث نبوی میں اس طرح مارنے سے منع کیا گیا ہے کہ اسے شدید چوٹ آئے یا اس کا جسم زخمی اور لہولہان ہوجائے یا ہڈی ٹوٹ جائے یا جسم پر مار کے نشانات ظاہر ہوں، چہرہ اور جسم کے نازک اعضاء پر مارنا بالکل ممنوع ہے خواہ ہلکی مار ماری جائے۔

رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تم لوگوں نے عورتوں کو اللہ کی امانت میں لیا ہے اور اللہ کے نام پر ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے، تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ کسی اجنبی کو تمہارے بستر پر نہ آنے دیں اگر وہ اس کی خلاف ورزی کریں تو انھیں ہلکے طور پر مارو، تم پر ان کا یہ حق ہے کہ ان کے کھانے اور رہائش کا نظم دستور کے مطابق کرو

(احکام القرآن للجصاص جلد ۳ ص ۱۵)

(۴) عورت کی بے راہ روی اور نافرمانی کی صورت میں دو ابتدائی اصلاحی تدبیروں کے ناکام ہونے پر ہلکی زدوکوب کا استعمال شوہر کے لئے لازم یا افضل نہیں ہے بلکہ بدرجۂ مجبوری اس کی صرف اجازت ہے، اسلام کسی بھی حال میں بیوی کو زدوکوب کرنے کی ترغیب اور ہمت افزائی نہیں کرتا بلکہ اس کی ہمت شکنی کرتا ہے، اسلامی قانون میں بعض حالات میں بعض شرطوں کے ساتھ عورت کو ہلکی مار مارنے کی گنجائش بھی اس لئے رکھی گئی ہے کہ انسانی سوسائٹی کے بعض طبقوں میں عائلی زندگی کو قائم رکھنے اور بہتر بنانے میں اس سے چارۂ کار نہیں ہوتا، ورنہ اسلام ایسا معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے جس میں عورتوں کی عزت نفس کا پورا احترام ملحوظ ہو، انھیں مارنا تو دور کی بات ہے انھیں سخت سست بھی نہ کہا جائے۔

عہد نبوی میں ایسے واقعات بھی پیش آئے کہ بعض حضرات نے رسول اکرم ﷺ سے بیوی کی زبان درازی اور بدزبانی کی شکایت اس مقصد سے کی کہ انھیں مارنے کی اجازت دے دی جائے، تو آپ ﷺ نے مارنے کی اجازت دینے کے بجائے رشتۂ نکاح ختم کرنے کا مشورہ دیا۔

مشہور تابعی حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ بیوی اگر شوہر کے حکم یا ممانعت کی مخالفت کرے تو بھی اسے شوہر نہ مارے گا بلکہ اس پر غصہ ہوگا، قاضی ابن العربی نے حضرت عطا کی اس رائے کو ان کے عظیم تفقہ، فہم شریعت اور مواقع اجتہاد کی واقفیت کا ثمرہ قرار دیا ہے

(احکام القرآن لابن العربی جلد اول ص ۵۳۶)

بیویوں کو زدوکوب کرنے کے بارے میں منشاء شریعت کیا ہے اس پر درج ذیل حدیث سے پوری روشنی پڑتی ہے:

''حضرت ایاس بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ کی بندیوں کو (یعنی بیویوں کو) نہ مارو، اس کے بعد حضرت عمرؓ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: عورتیں اپنے شوہروں کے خلاف بہت جری اور نافرمان ہوگئی ہیں، حضرت عمرؓ کی اس شکایت پر رسول اکرم ﷺ نے بیویوں کو مارنے کی اجازت دی، اس کے بعد رسول اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس بہت سی عورتوں نے اپنے شوہروں کی شکایت لے کر چکر لگائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری بیویوں کے پاس بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کی زدوکوب کی شکایت لے کر آئیں، جو لوگ اپنی بیویوں کو زدوکوب کرتے ہیں وہ تم میں سے اچھے لوگ نہیں ہیں۔''

(ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ بیویوں کو مارنے کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں لیکن زدوکوب پر مکمل پابندی عائد کرنے سے سماج کے بعض طبقوں میں عورتوں کے سرکش اور نافرمان ہونے کے خطرے کے پیش نظر (جس کی طرف حضرت عمرؓ نے توجہ دلائی) زدوکوب پر قطعی پابندی بھی عائد نہیں کی۔

چوتھا مرحلہ تحکیم (دو حکم مقرر کرنا)

اگر میاں بیوی اپنے اختلاف کو اپنے طور پر حل نہ کرسکے، دونوں کی باہمی کشاکش حد درجہ بڑھ گئی تو اس کشیدگی اور کشمکش سے صرف وہی دونوں متاثر نہیں ہوتے بلکہ دونوں کے خاندان اور سماج پر اس کے برے اثرات پڑتے ہیں، ان دونوں کا مسئلہ اب ان کا پرائیویٹ مسئلہ نہیں رہا بلکہ سماج کا مسئلہ بن گیا اس لئے اس مرحلہ میں مسلم سماج کو یا قاضی جو (جو مسلم سماج کے اجتماعی مصالح کا نگراں بھی ہے) ان دونوں کا الجھا ہوا مسئلہ سلجھانے کی قرآن نے دعوت دی، اسی کا طریقہ سورہ نساء کی آیت ۳۵ میں بیان کیا گیا ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات جب حد درجہ خراب ہوگئے اور اس کی امید ختم ہوگئی کہ دونوں اپنا مسئلہ خود سلجھا سکیں تو قاضی یا مسلم سماج اس مسئلہ کا تصفیہ کرنے کے لئے دو پنچ مقرر کرے، ایک پنچ شوہر کے خاندان کا ہو اور دوسرا بیوی کے خاندان سے، یہ دونوں پنچ (حکمین) دیندار، معاملہ فہم اور مخلص ہونے چاہئیں ان کا کام یہ ہے کہ دونوں کی شکایت اور اختلافات کی روداد سن کر دونوں کی بدگمانی دور کرنے اور دونوں کا دل جوڑنے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ دونوں پنچ اگر خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ اصلاح حال کی کوشش کریں گے تو میاں بیوی میں جوڑ اور ہم آہنگی کی شکل پیدا ہوجائے گی، اسی لئے حضرت عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ اگر حکمین (دونوں پنچ) آکر یہ رپورٹ دیتے کہ ہم لوگوں کی تمام کوششوں کے باوجود میاں بیوی میں ملاپ کی شکل پیدا نہ ہوسکی تو حضرت عمرؓ انھیں تنبیہ فرماتے کہ آپ لوگوں نے اصلاح کی پوری کوشش نہیں کی، دوبارہ کوشش کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر حکمین اصلاح حال کے مقصد سے کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی میں ہم آہنگی اور جوڑ پیدا کردے گا۔

اگر حکمین اصلاح حال میں کامیاب نہ ہوسکے اور ان کے نزدیک میاں بیوی کے تنازعہ کا واحد حل رشتۂ نکاح کو ختم کردینا ہے، اس صورت میں اگر شوہر بھی رشتۂ نکاح ختم کرنے پر آمادہ ہے تو مسئلہ آسان ہے، لیکن اگر شوہر اس پر آمادہ نہیں ہے تو کیا دونوں پنچوں (حکمین) کو شوہر کے آمادہ نہ ہونے کے باوجود رشتۂ نکاح ختم کرنے کا اختیار ہے اس میں ہمارے فقہاء کی دو رائیں ہیں امام مالک کے نزدیک اگر پنچوں کے نزدیک نکاح ختم کرنا ہی تنازعہ کا حل ہے تو وہ لوگ شوہر کے آمادہ نہ ہونے کے باوجود نکاح ختم کرسکتے ہیں اور اکثر فقہاء کے نزدیک پنچوں کو یہ اختیار حاصل نہیں۔

میاں بیوی کے تنازعات کو ختم کرنے کے لئے اور ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے سورہ نساء کی آیت ۳۴۔۳۵ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو چار اقدامات تجویز کئے گئے ہیں، اگر شریعت کے بتائے ہوئے اصول و ہدایات کی روشنی میں انھیں رد عمل لایا جائے تو اکثر خانگی جھگڑے خود ہی رفع دفع ہوجائیں گے، انشاء اللہ طلاق اور تفریق کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔☆

طلبائے سنسکرت کا جلسۂ افتتاحیہ

دارالعلوم ندوۃ العلماء کی "انجمن طلبائے سنسکرت" کا افتتاحی جلسہ معہد العالی کے ہال میں منعقد ہوا جس میں جناب ڈاکٹر اجتباء ندوی، پروفیسر محسن عثمانی اور جناب معظم صاحب نے شرکت کی۔

تمہیدی کلمات میں جناب امین الدین شجاع الدین نے کہا کہ زبانیں خدا کی نشانیاں ہیں اس لئے طلباء کو مختلف زبانوں سے نہ صرف واقفیت حاصل کرنا چاہئے، بلکہ ان پر قدرت اور عبور کا ان میں جذبہ ہونا چاہئے، انہوں نے طلبائے سنسکرت کی رہنمائی و نگرانی کے لئے مولانا حفظ الرحمن ندوی کی تحسین کی۔ یاد رہے کہ اس انجمن کو مولانا عبداللہ الحسنی کی سرپرستی حاصل ہے۔

"دعوت کے عصری تقاضے" کے موضوع پر کلیدی خطبہ پیش کرتے ہوئے پروفیسر عثمانی نے کہا کہ ایک عالم دین کو دعوت دین کے تعلیم اور بنیادی مقصد کی خاطر اس کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کی ضرورت ہے۔

مطالعۂ مذاہب کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے طلباء سنسکرت اور انگریزی جیسی زبانوں پر بھی قدرت حاصل کریں، یہ انسانیت کے حق میں نیک فال ثابت ہوگا۔ پروفیسر عثمانی نے کہا کہ ایک عالم کو درحقیقت ایک داعی ہونا چاہئے اور اس میں وہ کرب وتڑپ ہونی چاہئے جو اللہ کے بندوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے بے چین و مضطرب رکھے علماء کو اپنا قائدانہ رول یاد دلاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ۔

تو ادھر ادھر کی نہ بات کر یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا
مجھے رہزنوں سے گلہ نہیں، تیری رہبری کا سوال ہے

آخر میں ڈاکٹر اجتباء ندوی نے اپنا عالمانہ خطبۂ صدارت پیش فرمایا۔ معظم صاحب نے بھی طلباء سے خطاب کیا۔

اسلام کا نظام نظافت وطہارت

مولانا محمود حسن حسنی ندوی

تعلیمات نبوی ﷺ نے انسان کو صرف ظاہری حق احترام انسانیت ہی نہیں دیا، اس کے محض کلی حقوق نہیں رکھے، اس کے جسم کا اور جسم کے ایک ایک عضو اور حصہ کا، قویٰ و جوارح کا، حواس کا، اس کی طبیعت وفطرت اور یہاں تک کہ اس کے مزاج اور جذبات کا کہ ان کی بھی رعایت کی جائے حق دیا، اور جسم کو جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے اور جو اس کے لوازمات ہیں ان کا بھی حق رکھا مأکولات ومشروبات میں پاکیزہ وحلال چیزوں کے استعمال کی تاکید کی جو خون کو آلودگی سے بچاسکیں، اس سلسلہ میں اسباب وذرائع کو بھی جائز اور حق طریقہ سے اختیار کرنے کو کہا نفس پر بے جا سختی سے روکا، اور جہاں جسم کے جائز مطالبات وحقوق کی پامالی ہوئی وہاں اسلام نے روک لگادی، اس سلسلہ میں راقم سطور "اسلام اور غیر اسلامی تہذیب" (مصنفہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ مترجمہ مولانا شمس تبریز خاں صاحب) سے ایک اقتباس پیش کرتا ہے جس میں اس مضمون کی روح آگئی ہے وہ یہ کہ:

"اسلام زندگی کا مذہب ہے، وہ ایک طرز حیات ہے اس لئے اس نے جسم کی حق تلفی کو کبھی مقصد نہیں بنایا، بلکہ اس کی پرورش و پرداخت، حفاظت ونگہداشت کی ترغیب دی اور اس کے لئے ابھارا، قرآن کی تعلیم کہ اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو، یا یہ کہ کھاؤ پیو لیکن اسراف نہ کرو، نکاح کو مودت ورحمت اور سکون وسکینت یا جانوروں تک کے جسم میں کاٹ چھانٹ کو خدائی تخلیق میں دخل اندازی قرار دینا یا احادیث میں مثلہ سے منع کرنا، مصنوعی بالوں کا استعمال، عورتوں کا مردوں سے اور مردوں کا عورتوں سے تشبہ، عورتوں کا گودنا گدانا چہرے کی آرائش کے لئے خال وخط بنانا، حسن کے لئے دانتوں کے بیچ میں فصل ڈالنا، مردوں کا گیسو سنوارنا، اور سر کے پچھلے بال کتروا کر باہری بنانا، ساتھوں کو داغ کر چھوڑنا، یا آگ سے داغنے سے روکنا یہ سب اسی لئے ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی شکل میں تبدیلی آتی ہے، اور خود حیوانی یا انسانی جسم کی توہین ہوتی ہے، حدیث میں صاف صاف تعلیم دی گئی کہ انسان کا جسم بھی اس کی روح کی طرح اس کے ہاتھوں میں خدا کی امانت ہے اس کی حفاظت کرنا اور اس کا حق ادا کرنا بھی عبادت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تمہارے بدن کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھ کا تم پر حق ہے، تمہارے مہمان اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے، خصی ہونے سے روکنا اور رہبانیت سے منع کرنا نفس وزندگی کی حفاظت ہی کے لئے ہے۔

انسانی حقوق میں نظافت اور طہارت

معاشرتی طور پر اور انفرادی اعتبار سے بھی جسم کا ایک بڑا اور اہم وبنیادی حق ہے، لیکن ان دونوں (نظافت وطہارت) میں فرق بھی ہے، اس فرق کو اسلام نے ملحوظ رکھا ہے جہاں تک نظافت کا تعلق ہے کہ صاف ستھرا رہنا، نہانا دھونا، اجلے اور صاف کپڑے پہننا دنیا کی تمام تہذیبوں اور شائستہ اور سلیم الطبع انسانوں میں پایا جاتا ہے، اسلامی ابراہیمی ومحمدی تہذیب میں بھی اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے، آنحضرت ﷺ کو خود اس کا بڑا اہتمام رہتا تھا، اور اپنے اہل بیت اطہار اور اصحاب کرام کو بھی اس کے اہتمام وخیال کی ترغیب دیتے تھے، خوشبو کا استعمال فرماتے، کپڑوں میں سفید کپڑے پسند کرتے، مسواک کا بڑا اہتمام رکھتے، ناخن بڑھنے نہیں دیتے، بالوں کی صفائی کا پورا خیال کرتے، اور تیل وکنگھے کا استعمال کرتے، اور آپ ﷺ اس میں اتنے ذکی الحس واقع ہوئے تھے، کہ ہر اچھے ومرغوب کام کو اپنے سے انجام دیتے، نشست وبرخواست، دخول وخروج، نوشت وخواند، اکل وشرب، سلام ومصافحہ، انفاق واعطاء حتی کی صف بندی اور طہارت کے تمام امور میں یمین ویسار کو ملحوظ رکھتے تھے۔

آپ ﷺ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جو اپنے لئے پسند کرتے وہی اپنے تمام اصحاب کے لئے پسند کرتے اس لئے نظافت کو بھی ہر ایک کے لئے پسند کرتے مسجد کے لئے اس کی اور زیادہ تاکید رکھی، علامہ ابن عبدربہ الاندلسی (م ۳۲۸ھ) نے "العقد الفرید" (۲۵۳/۷) میں حضرت امام مالک کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انھیں حضرت زید بن اسلم نے اور ان کو حضرت عطاء بن یسار نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے، اتنے میں ایک شخص بکھرے اور الجھے بالوں کے ساتھ مسجد کے اندر آیا، آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے باہر جانے کو کہا کہ جا کے سر اور داڑھی کے بالوں کو ٹھیک کرے، پھر آئے اس نے ایسا ہی کیا اور پھر واپس ہوا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کیا یہ پراگندہ حال آنے سے کہ شیطان کی طرح (بدہیئت) ہو بہتر نہیں ہے؟)

مؤطا امام مالک میں یہ روایت اسی طریق سے "باب اصلاح الشعر" میں مذکور ہے، البتہ "فأصلح رأسك ولحيتك" کی جگہ یہ تشریحی جملہ ہے: "كأنه يعني اصلاح شعر رأسه ولحيته"۔

علماء نے مسجد سے باہر جا کر بالوں کو

درست کرنے میں یہ حکمت بھی بیان کی ہے کہ مسجد کے لحاظ واحترام سے یہ بات متصادم ہوتی ہے کہ وہاں بالوں میں کنگھی کیا جائے، یا بال تراشے جائیں اس لئے کہ مسجد اللہ کی عبادت رکوع وسجدہ اور دعا ومناجات کی جگہ ہے، کوئی بھی ایسا کام جو نظافت کے خلاف ہو وہ ان کاموں کو خشوع وخضوع سے انجام دینے میں رکاوٹ بنتا ہے۔

جمعہ کے سلسلہ میں اور زیادہ خصوصیت، اہتمام اور ترغیبات ملتی ہیں، کہ نہا دھو کر صاف ستھرے دھلے اور اچھے کپڑے پہن کر خوشبو وتیل لگا کر مسجد آیا جائے اور قرآن حکیم میں بھی فرمایا گیا "خذوا زينتكم عند كل مسجد" (اعراف:۳۱) کہ ہر عبادت کے وقت اپنی زینت (لباس) سے آراستہ رہا کرو۔

یہ تو نظافت کی بات تھی اس سے بڑھ کر طہارت ہے جس کے جسم پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، اور انسان کے مزاج واخلاق کو صحیح رخ پر لانے میں اس کا نہایت اہم کردار ہوتا ہے بعض علماء اور اطباء روحانی سے وساوس کے علاج کی تدبیر دریافت کی گئی تو انہوں نے طہارت کے صحیح طور پر کرنے اور اس کے التزام پر زور دیا، شیطانی اثرات سے بچاؤ کی بہترین تدبیر طہارت ہے اور گناہوں سے حفاظت کا مؤثر ذریعہ بھی ہے، اس کے برعکس نجاست ہے، اسی نجاست کے ازالہ کے لئے طہارت ہے، شریعت اسلامی کے اسرار وحکم کے عارف کبیر مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

"طہارت کا تخیل، ابراہیمی ومحمدی تہذیب کی خصوصیت ہے، اور وہ اس بارے میں جتنی ذکی الحس (Sensitive) واقع ہوئی ہے اور اس کا معیار اس کے بارے میں جتنا بلند ہے، میرے علم میں کسی اور تہذیب اور نظامِ زندگی میں اس کی مثال نہیں ملتی، بدن اور کپڑے کی پاکی، استنجا پاک کرنا، کپڑے یا بدن پر پیشاب کی ایک چھینٹ پڑجائے یا کوئی گندی چیز لگ جائے تو اس کو پاک کئے بغیر نہ مسلمان نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ اس کو اطمینان حاصل ہوسکتا ہے، چاہے اس کے کپڑے دودھ کی طرح سفید، اور اس کا بدن آئینہ کی طرح صاف وشفاف ہو یہی حکم پانی، کھانے، برتن، فرش، زمین، اور ان سب چیزوں کا ہے، جو مسلمانوں کے استعمال میں آتی ہیں، "نجاست" اور "طہارت" کا یہ فرق اور تخیل ابراہیمی ومحمدی تہذیب کا شعار اور اس کی خصوصیت ہے۔

جانوروں کے گوشت کے استعمال کے بارے میں بھی اس کی شریعت اور قانون دوسرے قوانین اور رواجوں سے مختلف ہے، یہاں بھی نجاست اور طہارت مردار وجائز اور حرام وحلال کی تفریق ہے، کئی جانور اس کی شریعت میں حرام اور دائمی طور پر ناقابل استعمال ہیں، عام طور پر وہی ہیں جن کو انسان کی فطرت صحیح اور ذوق سلیم ناپسند کرتا ہے، اور جو حلال وجائز ہیں، ان کو بھی ذبح کرنے اور ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینے کی شرط ہے، ورنہ وہ بھی مردار کے حکم میں ہوں گے، "طیبات" اور "خبائث" اور "حلال" اور "میتہ" (مردار) کی یہ تفریق بھی اس تہذیب کے خصائص ہیں۔"

(عصر جدید کا چیلنج: ۱۸_۱۹)

اسلام کا نظام نفاست وطہارت وہ نظام ہے جس سے ایک طرف انسانی حقوق کا تحفظ ہوتا ہے انسان کا جسم آلائشوں اور کدورتوں سے محفوظ ہوتا ہے وہیں دوسری طرف وہ ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے اور دوسرے بھی راحت پاتے ہیں، اور معاشرہ سے بہت سی بیماریاں اور برائیاں زائل ہوتی ہیں، لیکن ان سب کے باوجود تعلیمات نبوی نے اس میں بھی راہ اعتدال پر قائم رہنے کو کہا ہے اس لئے کہ اعتدال سے ہٹنے سے دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہے۔

☆☆☆

مناجات

صدقِ احساس کی دولت مرے مولیٰ دے دے
غمِ امروز بھلادے، غمِ فردا دے دے

دھن کچھ ایسی ہو فراموش ہو اپنی ہستی
دلِ دیوانہ وشیدائی و شیدا دے دے

اپنے میخانے سے اور دست کرم سے اپنے
دونوں ہاتھوں میں میرے ساغر ومینا دے دے

کھول دے میرے لئے علم حقیقت کے در
دلِ دانا، دلِ بینا، دلِ شنوا دے دے

قول میں رنگِ عمل بھر کے بنادے رنگیں
لب خاموش بنا کر دلِ گویا دے دے

دلِ بیتاب ملے، دیدۂ پُر آب ملے
تپ آتش مجھے دے دے نمِ دریا دے دے

دردِ دل سینے میں رہ رہ کے ٹھہر جاتا ہے
جو نہ ٹھہرے، مجھے وہ دردِ خدایا دے دے

علامہ سید سلیمان ندویؒ

مولانا نذر الحفیظ صاحب کا مضمون ہمیں اس حال میں موصول ہوا کہ پرچہ پریس کو جارہا تھا اس لئے اس شمارہ میں ان کی قسط شامل نہیں کی جاسکی، آئندہ شمارہ میں انشاء اللہ ان کا مضمون
صدام حسین کی شکست:
پس منظر، اسباب ومحرکات
ملاحظہ فرمائیں۔

عظمتِ رفتہ

اندلس کا نامور حکیم

ابن رشد

شاہد عمادی، لکھنؤ

مغربی یورپ میں واقع وسیع و عریض ملک اندلس سرسبزی و شادابی اور پیداوار میں بے مثال، تمول و تمدنی لحاظ سے یورپ کا ممتاز ترین خطہ تھا جہاں قبل اسلام گاتھ خاندان آباد تھا، بقول مورخ اسلام شاہ معین الدین احمد مرحوم ''یہ ساتویں صدی میں اپنی شان و شوکت اور تہذیب و تمدن کے اعتبار سے سلطنت روما کا جانشین سمجھا جاتا تھا''، لیکن ملک کی اندرونی حالت زبوں تھی اور کلیسا کا اقتدار تھا، علوم و فنون کی کتابوں کو مذہب کا دشمن قرار دیتے تھے، اور سائنس و حکمت کی تعلیم یورپ میں صدیوں تک ممنوع تھی، لہٰذا اندلس میں پادریوں اور مقتدایان مذہبی کے گھروں کی شرابیں ضرب المثل تھیں، پادریوں کی جاگیروں پر ہزاروں غلام تعینات تھے، عوام پریشان اور امن و امان مفقود تھا۔

پہلی صدی ہجری میں طارق بن زیاد فاتح اندلس کے حوصلوں کو ڈاکٹر اقبال مرحوم نے یوں بیان کیا۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت، نہ کشور کشائی

فاتحین اندلس نے پرانے قوانین کا احترام قائم رکھا، عدل و انصاف، مصالحت و مراسم خسروانہ سے نئی اسلامی سلطنت نے جلد ہی دلوں میں گھر کرلیا، مقامی عیسائی اور یہودی باشندے اپنے تعصبات بھول گئے، اور تہذیب و تمدن اپنے عروج تک پہنچا، علوم و ادب کی طرف توجہ ہوئی، یونانی و لاطینی کتابوں کے ترجمے کرائے گئے، اور دارالعلوم قائم ہوئے جو مدتوں یورپ میں علم کی روشنی پھیلاتے رہے، علوم و فنون، صنعت و حرفت، اور تہذیب و ادب کی دنیا میں اندلس کمال اوج تک پہنچا، جہاں بے شمار ذی علم و دانش پیدا ہوئے۔

اندلس کے نامور سائنس داں اور علم و حکمت کے شیدائیوں میں سعد الکاتب قرطبی ۹۷۶ء (جو عیسائی تھا اور بعد میں مشرف بہ اسلام ہوا) طبیب و اعلیٰ درجہ کا مورخ تھا، ابو القاسم زہراوی علم طب و فن جراحی کا ماہر اور کتاب ''تصریف'' کا مصنف تھا جو صدیوں یورپ کی یونیورسٹیوں میں رائج رہی، اس کے عہد میں دارالسلطنت قرطبہ کی شان و شوکت کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ ان میں تین ہزار آٹھ سو مسجدیں، ساٹھ ہزار سربفلک عمارتیں اور پچاس سرکاری اسپتال قائم تھے، ابو اسحاق ابراہیم بن یحییٰ نقاش الزرقانی ماہر علم ہیئت اور اصطرلاب کی ایک ترقی یافتہ قسم کا موجد تھا جو مدتوں یورپ میں رائج رہی، ابن الوافد (۱۰۷۴ء) علم ادویہ کا محقق اور ''کتاب الادویہ مفردہ'' کا نامور مصنف تھا، ابو القاسم اصباغ بن محمد علم ریاضی، ہیئت اور اصطرلاب سازی کا ماہر تھا، سلیمان جلجل علم طب کا ماہر اور ''تاریخ الاطباء الفلاسفہ'' کا مصنف تھا جو اپنی موضوع کی اولین کتاب تھی، ابو القاسم بحر بطی (۱۰۰۹ء) نے سرجری، علم ریاضی اور علم حیوانات میں تحقیقی کام کئے، اسی طرح سعد الکاتب قرطبی وغیرہ کے نام علم و حکمت کی تاریخ میں ہنوز محفوظ ہیں، ابن رشد کا نام نامی اندلس کے ناموروں کی یادگار ہے۔

اندلس کی آزاد اسلامی سلطنت اگرچہ آٹھویں صدی کے وسط میں قائم ہوئی تاہم ترقی کے لحاظ سے اس کے عروج کا زمانہ دسویں صدی عیسوی کا ہے، فرماں روا عبد الرحمان الناصر (۹۱۲-۹۶۱) کے عہد حکومت میں اس سرزمین پر علم و حکمت کا ایک نیا آفتاب طلوع ہوا بعد میں حکم اور ہشام ثانی کے دور حکومت میں علوم و فنون اور صنعت و حرفت کو نمایاں فروغ حاصل ہوا۔

ابن رشد بمقام قرطبہ ۵۲۰ھ مطابق ۱۱۲۶ء میں پیدا ہوا، ابو الولید کنیت، محمد نام اور احمد بن رشد کا فرزند تھا، باپ اور دادا دونوں اندلس میں عہدۂ قضاۃ پر مامور تھے، اس خاندان کی علمی و دنیاوی حیثیت ممتاز تھی، ایسے ذی علم و کمال خاندان میں پرورش پانے والا فرزند عام حالات میں بھی ذی علم ہوا کرتا تھا، پھر ذہین و ہونہار ابن رشد کی تربیت و تعلیم پر توجہ خاص نے اس کی خدا داد صلاحیتوں اور خوبیوں کو اور نکھار دیا، فاضل استاذ ابی محمد بن رزق سے قرآن پاک کی تعلیم اور علم فقہ و حدیث میں کمال حاصل کیا، عقلی علوم میں استاد ابن طفیل کے روبرو زانوئے ادب تہ کیا کم عرصہ میں اس نوعمر طالب علم کے علم و فضل کا شہرہ اندلس میں پھیل گیا، اور علم توحید، فلسفہ، طب اور ریاضیات میں وہ اپنے وقت کا بے مثل عالم تسلیم ہوا، مراکش اور اسپین کے درباروں میں اسے نوجوانی میں ہی اپنی علمی قابلیت کی وجہ سے رسوخ حاصل تھا۔

امام غزالیؒ کے شاگرد محمد بن تومرت نے اندلس کی سلطنت و حشمت اپنی صلاحیتوں اور محنت سے حاصل کی تھی، اسی خاندان کے دو نہایت طاقتور فرمانروا ابو یعقوب یوسف اور اس کا

بیٹا یعقوب المنصور کے درباروں میں ابن رشد کا آفتاب علم و حکمت چمکا، اور کئی اہم عہدوں پر مامور ہوا، اعلیٰ علمی صلاحیتوں کے پیش نظر ۵۶۵ھ میں ابن رشد شہر اشبیلیہ کا قاضی القضاۃ مقرر ہوا، اس جلیل القدر عہدے پر رہتے ہوئے اور مقدمات قضاۃ کی کثرت اور دور دراز علاقوں کے دوروں کی مصروفیت کے باوجود تصنیف و تالیف کا کام جاری رہا، ارسطو کی مشہور کتاب ''الحیوان'' کی شرح لکھی اور حکیم بطلیموس کی مشہور کتاب ''مجسطی'' کا بھی خلاصہ لکھا۔

ابن رشد کے علم و کمال کا شہرہ اس کے عہد میں ہی اندلس کی سرزمین اور افریقہ کے ریگستانوں سے ہوتا ہوا ممالک مشرقیہ جا پہنچا، عوام میں اس کی مقبولیت اور خواص میں اس کی قدر و منزلت عروج پر تھی، اس کے عظیم علمی کارناموں کا چرچا زبان زد خاص و عام تھا، ایسے میں کچھ درباری علماء اور امراء میں حسد و عناد پیدا ہوا اور وہ ابن رشد کی غیر معمولی شہرت و عزت سے اس کے دشمن ہوئے، ابن رشد کے فلسفیانہ خیالات اور عقلی دلائل اور معاصر علماء کی سمجھ میں نہ آنے پر انھوں نے کفر و الحاد کا فتویٰ لگایا اور سلطان یعقوب المنصور کو ابن رشد کی جانب سے بدظن کیا، چنانچہ اس عظیم مفکر اور ذی علم و دانش کو شہر بدر کر کے یہودیوں کے ایک گاؤں بوسینا میں خانہ قید کر دیا۔

کتاب طبقات الاطباء میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ ابن رشد کو سلطان نے دربار میں قدر و منزلت کے ساتھ طلب کیا اور اپنے پہلو میں تمام اہل دربار سے بالا درجہ پر بٹھایا جو چند معززین دربار کو ناگوار گذرا، ابن رشد جب دربار سلطانی سے باہر نمودار ہوا تو اس کے چاہنے والے علماء و طلباء کے جم غفیر نے اس کو مبارکباد دی، لیکن ابن رشد نے کہا کہ تم مبارکباد دیتے ہو اور میں سخت اندیشے میں مبتلا ہو گیا ہوں۔

نظر بندی کے دوران وہ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہے، مسلمانوں کے ساتھ یہودی طلباء بھی ابن رشد کی صحبت علمی سے فیضیاب ہوئے جن کے ذریعہ یورپ کے گوشوں میں ابن رشد کے علم و فن کا نور پھیلا، یہودی دانش وروں نے ابن رشد کی کتابوں کا عبرانی اور مغربی زبانوں میں ترجمہ کیا، اس کی گرانقدر علمی تفصیل و تشریح سے ارسطو کے مشکل فلسفے علمائے یورپ میں معروف ہوئے، علم طب و ریاضی میں اس کے معرکۃ الآرا کارنامے ہیں، علم و حکمت کی دنیا میں نئے نئے انکشافات کئے، اس کی مشہور کتاب ''الکلیات'' کا عبرانی ترجمہ آج بھی یورپ میں موجود ہے۔

ابن رشد کی بے مثال اور اعلیٰ قدر علمی کاوشوں اور فلسفوں سے اس عہد کے چند حکمرانوں کی بدظنی اور بیزاری کے باعث علمائے مشرق اس سے فیضیاب نہ ہو سکے، جب کہ مغربی ممالک میں اس کی کتابیں مقبول ہوئیں اور اہل یورپ ابن رشد کے فلسفوں اور علمی کارناموں سے فائدہ اٹھاتے رہے۔

تقریباً سات سال تک قید و بند میں رہنے کے بعد ۱۱۹۸ء میں باعزت رہا ہو کر سلطان المنصور کے دربار کی زینت بنا اور عزت و حرمت کے ساتھ مراکش میں اسے سابقہ رتبہ حاصل ہوا، لیکن زندگی کا سفر ختم ہو چلا تھا، ۱۲ر دسمبر ۱۱۹۸ء کو یہ عظیم مفکر، طبیب، علم ریاضی اور فلسفہ کا ماہر اس جہان فانی سے کوچ کر گیا، کئی قابل قدر اولادیں یادگار تھیں، بڑا بیٹا ابو محمد عبداللہ مشہور حاذق طبیب تھا، ابن رشد کو شہر مراکش کے باب تاعزوت کے باہر دفن کیا گیا، تین ماہ بعد اس کی لاش کو قرطبہ میں اس کے بزرگوں کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

کہتے ہیں کہ ابن رشد کی تصانیف بکثرت تھیں لیکن زمانے کے نازیبا سلوک سے بیشتر قیمتی علمی سرمایہ ضائع ہو گیا، چند کتابوں کے عبرانی و لاطینی ترجمے باقی رہے، دانش وران یورپ اس کو ارسطو کا ترجمان مانتے تھے، یکے بعد دیگرے اس کے یورپی شاگردوں نے اول شہر طلیطلہ آکر ابن رشد کی تصانیف کو جمع کیا، شاہ جرمنی نے بھی ان علمی کاوشوں کی قدر دانی کی، بعد کے ادوار میں بہت سے فلسفیان یورپ ابن رشد کے پیرو ہوئے، حتیٰ کہ اس کی غیر معمولی شہرت سے حسد کرنے والے عیسائی علماء بھی اس کی علمی قابلیت و ذہانت کے معترف تھے۔

چرچ کے اراکین نے جیسا کہ مورخین رقم طراز ہیں، کلیسا کے مروجہ طور طریق کی عوامی مخالفت کے پیش نظر علم و حکمت کی تعلیم کو ممنوع قرار دیا، اور وہ عیسائی علماء جنھوں نے ابن رشد کے علوم سے استفادہ کیا، واجب سزا قرار پائے۔

ان سیاہ ایام میں بھی چند عیسائی دانش وروں نے چرچ کے ان سخت گیر نظریات کے خلاف پروٹسٹنٹ فرقہ کی بنیاد ڈالی، یورپ میں ابن رشد کے فلسفہ کو دین عیسوی کے مروجہ فکر و نظر کے برخلاف حاصل کیا، اس طرح یورپ کے ایک طبقہ میں علمی بیداری پیدا ہوئی اور وہ علوم و فنون کی جانب راغب ہوئے۔

یورپ کے اکثر شعراء نے ابن رشد کو اقلیدس، بطلیموس اور جالینوس کی طرح میدان علم و حکمت میں قابل تعظیم قرار دیا، عیسائیوں کا ایک فرقہ جس کا نام فرانسسکن تھا، ابن رشد کے خیال و نظریات علمی کا قائل اور معتقد تھا، سترہویں صدی تک کہتے ہیں کہ ابن رشد کو ارسطو سے زیادہ قدر و منزلت حاصل تھی، بلاد یورپ کے اکثر قدیم طلباء اس کے تلمذ پر فخر کرتے تھے۔

Editor : Shamsul Haq Nadwi

ابن رشد کا قول ہے کہ "علم تشریح کا عالم اللہ پر ایمان کامل رکھتا ہو" قرون وسطی میں عیسائی دنیا ایک خونریز کشمکش میں مبتلا تھی، ایک طرف کلیسا تھا جو دین کا نمائندہ تھا، اور اس کی بنیاد رہبانیت پر تھی، دوسری طرف حکومت تھی جو جاہ و جلال کا مظہر اور اس کا ذریعہ تھی، ان دونوں کے درمیان شدید رسہ کشی تھی۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ رقم طراز ہیں" اسلام نے حق پسندی، صداقت طلبی اور علم دوستی کا جو مزاج پیدا کیا اور زمین میں پھیلے ہوئے آثار اور تاریخی حقائق کے مشاہدے کے لئے لوگوں کو دعوت فکر و نظر دی، اس سے دنیائے انسانیت میں علم و تحقیق کی ایک فضا بن گئی..... یہی رجحان اندلس کی یونیورسٹیوں کے ذریعہ یوروپی سائنس دانوں کے حصہ میں آیا۔"

اس طرح علم و حکمت سے بیزار تاریک یورپ کو دانش وران اندلس نے علم کی روشنی سے روشناس کرایا۔ ☆☆☆

ماخذ

۱۔ کتاب" مسلمان سائنس داں اور ان کی خدمات" از مولانا ابراہیم عمادی۔

۲۔ کتاب" تاریخ الاطباء" از شمس الاطباء حکیم غلام جیلانی خاں صاحب، لاہور۔

۳۔ "تاریخ اسلام" از شاہ معین الدین احمد ندوی مرحوم۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کی شریعہ فیکلٹی کے سابق ڈین مولانا ابو العرفان خان ندوی مرحوم کی صاحبزادی کا گزشتہ دنوں ان کے وطن جونپور میں انتقال ہوگیا، مرحومہ ایک عرصہ سے علیل تھیں۔ ادارہ ان کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے اور ان کے جملہ پس ماندگان نیز ان کی والدہ ماجدہ اور بھائیوں سب سے اظہار تعزیت کرتا ہے۔

سرکشوں کو الٰہی نہ کر بے لگام

مولانا محمد ثانی حسنیؒ

سرکشوں کو الٰہی نہ کر بے لگام
تو ہمارا ہے مالک تیرے ہم غلام

اے خدا! ہر طرف ظلم کا راج ہے — جو ہے ظالم وہی صاحب تاج ہے
عدل پامال ہے، رحم تاراج ہے — بے کسوں پر تشدد روا آج ہے
ظلم کرتے ہیں جو ان سے لے انتقام
تو ہمارا ہے مالک تیرے ہم غلام

بوجھ ہم پر نہ رکھ جس کی طاقت نہ ہو — کام تو وہ نہ لے جس کی ہمت نہ ہو
اس جہاں میں ہماری بری گت نہ ہو — غیر کے سامنے ہم کو ذلت نہ ہو
ساری دنیا ہمارا کرے احترام
تو ہمارا ہے مالک تیرے ہم غلام

لمحہ لمحہ ہر انسان کی خیر کر — ہر نفس ہر مسلمان کی خیر کر
دم بدم اہل ایمان کی خیر کر — قلب کی خیر کر، جان کی خیر کر
عافیت سے رہیں سب خواص و عوام
تو ہمارا ہے مالک تیرے ہم غلام

سارے محروم و مظلوم بے کس سقیم — بے سہارا غریب اور بیوہ یتیم
تیری رحمت کے محتاج ہیں اے کریم — ان غریبوں پہ فرما تو لطف عمیم
جو مسافر ہوں ان کا سفر کر تمام
تو ہمارا ہے مالک تیرے ہم غلام

Editor : Shamsul Haq Nadwi

ادعیۂ ماثورہ کی ادبی حیثیت
اور تعمیر اخلاق میں اس کا کردار

مولانا محمد الیاس ندوی، بھٹکل

ماضی کی صدیوں پر محیط انسانی ادب کی تاریخ کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ اس میں ان چیزوں کا تو شمار ہوا جن کا تعلق بے حیائی، فکری آوارگی اور ذہنی تعیش سے تھا اور اخلاق سازی و تعمیر کردار سے اس کا دور دور تک واسطہ نہیں تھا لیکن انسانی ادب میں ان ادبی ٹکڑوں اور شہ پاروں کو جگہ نہیں دی گئی جو اس کے لئے مطلوبہ حدود و شرائط پر پورے اترتے تھے، قرآن مجید تو انسانی ادب میں شامل نہیں ہے اور وہ ربانی کلام ہے جس کی فصاحت و بلاغت اور جامعیت و معنویت کا موازنہ انسانی کلام سے نہیں کیا جاسکتا اور جس کی کوئی مختصر سی ایک چھوٹی آیت بھی تمام مخلوقات خداوندی کی مجموعی ادبیت و بلاغت پر بھاری ہے لیکن کلام نبوت کا تو تعلق سراپا انسانی ادب سے ہے اور اس کے تمام مرکزی عناصر جامعیت و معنویت، بے تکلفی و بے ساختگی اور دردمندی و صداقت اس میں پوری طرح پائے جاتے ہیں آپ محسن انسانیت کی جامعیت کو ہی لیجئے اسلامی نہیں انسانی لٹریچر میں بھی اس سے بڑھ کر کوئی مثال نہیں ملتی، مثلاً آپ ﷺ نے مختلف سربراہان مملکت کو دعوتی خطوط لکھے، اس کا مرکزی موضوع تھا کہ اے حکمرانو! تم اپنی پوری زندگی اور حیات مستعار کو اپنے مالک حقیقی کے منشاء کے مطابق گزارو جس کی بنیادی شرط یہ ہے کہ تم اس کی توحید کے قائل ہوجاؤ، اسی کی مرضی کے مطابق نظام مملکت چلاؤ، کفر و شرک سے تائب ہو کر اسلامی طرز زندگی پر چلو، اس کے نتیجہ میں تمہاری سلطنتوں کی بقاء کی بھی ضمانت ہے اور آخرت میں خدا کے غضب سے بچنے اور جہنم سے محفوظ رہنے کا وعدہ بھی، آپ ذرا غور کیجئے کہ وحی الٰہی کی گذرگاہ اور نبی معصوم کی زبان سے اس پورے مضمون کو جو نہ صرف ہزاروں صفحات بلکہ درجنوں کتابوں و جلدوں کا متقاضی تھا صرف ایک جملہ میں ادا کیا گیا" اسلِم تسلم " کہ تم اسلام قبول کرو محفوظ رہو گے۔

اسی طرح جنگی تدابیر اور کامیاب فوجی حکمت عملی اور عسکری تنظیم کو آپ نے صرف دو لفظوں میں ادا کیا اور فرمایا" الحرب خدعة " جنگ تو نام ہی داؤ گھات کا ہے، یہ اور اس طرح کی سینکڑوں نہیں ہزاروں مثالیں جامعیت و معنویت کی آپ احادیث مبارکہ کی مختلف کتابوں اور مسانید میں دیکھ سکتے ہیں، ادھر چند سالوں سے کلام نبوت کی ادبیت پر علمی دنیا کی توجہ مبذول کرانے کی کامیاب کوششیں ہوئیں الحمد للہ اس کے مثبت نتائج بھی سامنے آئے لیکن خود ہمارے اکثر مسلم ادباء و قلم کاروں نے بھی کلام نبوت کے ایک اہم ترین جزء مسنون و ماثور دعاؤں اور مناجات کو ادبی زمرہ میں شامل نہیں کیا بلکہ بالعموم اس کو نظر انداز ہی کیا گیا اور اس پر اس حیثیت سے بہت کم توجہ دی گئی حالانکہ بقول مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن ندویؒ یہ دعائیں اپنی روحانی قدر و قیمت کے علاوہ اعلیٰ ادبی قدر و قیمت کی بھی حامل تھیں مثلاً آپ دیکھئے کہ ادب کی بنیادی شرط یہ بتائی جاتی ہے کہ اس میں بے تکلفی و بے ساختگی ہو، یہ شرط اس معنی میں دعاؤں و مناجات سے بڑھ کر کہاں پائی جاسکتی ہے، اس لئے کہ دعائیں صرف خالق و مخلوق کے درمیان ہوتی ہیں، یہ راز و نیاز کے اعلیٰ مظاہر ہیں، تصنع و تکلف سے دوری، ریا و ناموری سے احتراز اس سے بڑھ کر اور کہاں پایا جاسکتا ہے بالخصوص رب بھی وہ جو نہ صرف سامع بلکہ سمیع، نہ صرف عالم علیم بذات الصدر و اور علام الغیوب، ایک مانگنے پر دس دینے والا، نہ مانگنے پر بھی عطا کرنے والا، جود و سخا کا مرکز، فیاضی و سخاوت، رأفت و مودت کا محور اور مانگنے والا وسائل بھی اس کا نہ صرف محبوب بلکہ احب، چہیتا، لاڈلا پیارا، دل درد مند اور زبان ہوشمند کا حامل، سوز دل و سوز جگر کا مالک جس کی مانگنے کی ادائیں دلفریب اور نگاہیں دلنواز، پاکباز جب یہ صفات اس کے اندر ہوں گی تو اس کی یہ مناجاتیں ادب و بلاغت کے اعلیٰ و ارفع درجہ پر نظر آئیں گی۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

اس سلسلہ میں بے تکلفی و بے ساختگی کی ذیل کی ایک مثال ملاحظہ فرمایئے:

نبوت کے ابتدائی ایام میں، حق کے داعی و علمبردار نبی خاتم طائف میں ہیں، اس شکستہ دل مسافر کا جسم لہولہان ہے اور جوتے خون آلود اور بدن زخموں سے چکنا چور، پیٹ بھوک کی شدت سے بے قرار، آزمائش کی اس گھڑی میں اپنی بے بسی و مظلومیت، بے قراری و بے چینی کے اظہار اور اپنے مولیٰ و والی کو منانے کے لئے کس طرح پر کیف و پر اثر التجائیں دربار الٰہی میں پیش کر رہے ہیں،" یا بار الٰہا! میں تیرے علاوہ کس سے فریاد رسی کروں، کس کو اپنا حال دل سناؤں، یارب! مجھے اپنی بے بسی و بے سروسامانی کا احساس ہے، تو ہی مظلوموں کا فریاد رسا ہے، بے سہاروں کا سہارا ہے، یا الٰہی! کیا تو مجھ سے ناراض ہے؟ جس کی وجہ

سے تو مجھے اپنے اور میرے دشمن کے حوالہ کر رہا ہے، اے ارحم الراحمین! اگر تو مجھ سے ناراض وخفا نہیں تو مجھے کسی کی پرواہ نہیں، میں تجھ سے عافیت کا طلب گار ہوں اور تیرے فضل کا طالب۔"

ادب کی تاثیر کے لئے دردمندی وول سوزی ناگزیر ہے اس کی بھی ایک مثال دیکھئے:

گرمی کی شدت ہے اور عرفات کا میدان، بنی نوع انسان میں انبیاء کے بعد افضل ترین انسانوں اور شمع رسالت کے پروانوں کا جم غفیر ہے، رحمت الٰہی جوش میں ہے اور شیطان لعین افسردہ ومایوس، مغفرت کی بارش ہو رہی ہے اور عفو وغفران کی برسات، اس موقع پر زبان نبوت سے نکلنے والے علم وادب کے ان مؤثر ترین شہ پاروں کو سنئے اور فصاحت وبلاغت کی شاہراہ سے گذرنے والے ان جملوں اور فقروں پر غور کیجئے جس سے پتھر سے پتھر دل انسان کا دل بھی موم ہو جائے "یا الٰہی! میں بے بس ہوں اور مجبور ومحتاج ہوں اور فریادی، اپنے گناہوں کا معترف ہوں اور تیرے در کا سائل، گڑگڑا کر، آنسو بہا بہا کر، گردن جھکا جھکا کر، تابع وفرمانبردار بن کر تجھ سے رحم کی بھیک مانگتا ہوں، میری ہر ہر ادا پر یارب تیری نظر ہے، تجھ سے صرف اس کا طالب ہوں کہ اپنی نگاہ کرم سے مجھے محروم نہ رکھ اور اپنے لطف وکرم سے مجھے دور نہ کر۔"

ادب میں کردار سازی کا بھی اہم ترین رول ہے، دعاؤں میں اس کی بھی ایک مثال دیکھئے:

اپنے وقت کا حسین ترین انسان، حسن وجمال کا عظیم پیکر، معصوم ونورانی چہرہ جو آفتاب سے زیادہ حسن کا حامل ہے، سرگیں آنکھوں، نرم ولطیف رخساروں، دراز پلکوں، سرخ وتبسم فرماتے لبوں کے مجموعہ نے حسن وجمال کا اس میں وہ امتزاج پیدا کر دیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کا کل حسن سمٹ آیا ہے اور اس کی ذات اقدس میں جمال قدسی کا حسین رشک نمونہ جمع ہو گیا ہے، ہما شمایا اور کوئی ہوتا اور اپنے چہرے کو آئینہ میں دیکھتا تو خدا سے یہی دعا کرتا اے اللہ! تیرے دئے ہوئے اس حسن وجمال کو نظر بد سے محفوظ رکھ لیکن "انك لعلیٰ خلق عظیم" کی صفت قرآنی کا حامل خدا کا بندہ اس وقت بھی بس صرف اپنے اخلاق وکردار کی تزئین وتعمیر ہی کے لئے بدست دعا ہے۔ کہتا ہے: اے اللہ! جس طرح تو نے میری شکل وصورت کو حسن وجمال سے نوازا اسی طرح میرے اخلاق وکردار کو بھی سنوار "اللھم أنت حسنت خلقی فحسن خلقی"۔

رحمۃ للعالمین کی زندگی کا بیشتر حصہ اٹھتے بیٹھتے صبح وشام اپنے خدا کے حضور دست بدعا رہ کر ہی گذرا، وہ کون سا امکانی خیر تھا جو آپ نے اللہ سے طلب نہیں کیا، عام انسانوں کا ذہن بھی جدھر نہیں جا سکتا تھا آپ کا پاکیزہ ذہن اس طرف جاتا لیکن آپ کے جانثاروں کے لئے مشکل یہ تھی کہ خلوت کی ان مناجاتوں کی تفصیلات کا ان کو پتہ نہیں لگتا تھا، اگر علم ہو بھی جاتا تو اس کو یاد رکھنا مشکل تھا چنانچہ ہمت کر کے ایک دن دربار نبوت میں ان کی یہ معروضات پیش ہوئیں اور کہا گیا کہ اے رحمۃ للعالمین! آپ نے خیر کی لائن سے بے شمار دعائیں کی ہیں جو ہمیں یاد نہیں رہتیں اس پر جواب ملا کہ کیا میں تمہیں ایسی دعا نہ بتلاؤں جو ان تمام دعاؤں کا احاطہ کرے، تم کہو: "اے اللہ! ہم تجھ سے وہ تمام خیر طلب کرتے ہیں جو تجھ سے تیرے رسول نے طلب کیا اور ان تمام شرور سے پناہ مانگتے ہیں جس سے تیرے رسول نے پناہ مانگی۔"

"اللھم انا نسألك من خیر ما سألك منه نبیك محمد ﷺ ونعوذ بك من شر ما استعاذك منه نبیك محمد ﷺ"

اس طرح کا ایک اور واقعہ معنویت وجامعیت کا سنئے: ایک دفعہ اشراق کے بعد آپ ﷺ حجرہ مبارکہ تشریف لائے اور اپنی زوجہ حضرت جویریہؓ سے پوچھا: اے جویریہ! کیا تم ابھی تک اسی حالت میں بیٹھی ذکر کر رہی ہو جس حالت میں صبح کی نماز سے پہلے میں تم کو چھوڑ کر گیا تھا، انہوں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: اے جویریہ تم نے اس دوران چار کلمات ایسے کہے جو تمہارے دن بھر کے اذکار پر بھاری تھے "سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم عدد خلقه ورضا نفسه وزنة عرشه ومداد کلماته" ادب یہ ہے کہ موقع محل کی مناسبت سے جملے وکلمات استعمال کئے جائیں جو اپنے اندر معنوی گہرائی بھی رکھتے ہوں اور مناسب حال بھی۔

کیا ہی خوش قسمت ہے وہ امت جس کو ارحم الراحمین کی ذات بے ہمتا نے اس ستودہ صفات نبی معصوم کی طرف نسبت کا شرف بخشا، کیا معرفت حق اور نعمت ہدایت کے بعد اس سے بڑھ کر ہمارے لئے کوئی اور نعمت ہو سکتی ہے، خدائے بزرگ وبرتر کی صرف اس ایک نعمت پر ہم اگر اپنی پوری زندگی شکر ادا کرتے گذار دیں تب بھی اس نعمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

☆☆☆

معروف داعی مولانا محمد پالن حقانی اور صالح ادب کے نقیب جناب ابن فرید گزشتہ دنوں اپنے رب سے جا ملے۔ ادارہ ملت اسلامیہ ہند کے اپنے اپنے میدانوں کے ان شہ سواروں کے رخصت ہو جانے پر اپنے قلبی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے، جانے والوں کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی حسنات اور ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور ملت اسلامیہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

ترتیب وپیشکش: اقبال احمد ندوی

رابطہ ادب اسلامی شعبۂ برصغیر وممالک مشرقیہ کا بیسواں سیمینار

موضوع: اردو شاعری میں ملّی احساسات کی ترجمانی

منعقدہ دارعرفات رائے بریلی، بتاریخ ۴ مئی ۲۰۰۳ء

عالمی رابطہ ادب اسلامی شعبۂ برصغیر وممالک مشرقیہ کا بیسواں علمی وادبی سیمینار رائے بریلی میں دارعرفات تکیہ کلاں رائے بریلی کے تعاون سے ۴ رمئی ۲۰۰۳ء بروز یکشنبہ زیر عنوان "اردو شاعری میں ملی احساسات کی ترجمانی" منعقد ہوا، اس کے افتتاحی اجلاس کی صدارت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے فرمائی، مہمان خصوصی کے طور پر جنوبی افریقہ سے آئے ہوئے معزز مہمان مولانا علی آدم ندوی نے شرکت کی۔

دارعرفات کے ڈائرکٹر اور سیمینار کے کنوینر مولانا سید احمد علی حسنی ندوی نے خطبۂ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے رائے بریلی کی علمی وادبی خدمات اور دارعرفات کی تاریخ پر روشنی ڈالی، ناظم جلسہ مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری نے رابطہ ادب اسلامی کے قیام کے پس منظر پر روشنی ڈالی، اور سکریٹری رابطہ مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی کی طرف سے رپورٹ پیش کی۔

مہمان خصوصی مولانا علی آدم ندوی نے کہا کہ ہم نے افریقہ میں اپنے دینی مدارس اور اسکولز قائم کرنے کی کوشش کی، اور آج الحمد للہ ہم لوگ نو سو اسکول چلا رہے ہیں، جن کا نصاب ہم لوگوں نے خود تیار کیا ہے اور اس میں اسلامی روح کا پورا پورا خیال رکھا ہے، ان میں صرف اسلامی اور مذہبی علوم ہی نہیں بلکہ جدید عصری علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں۔

افسوس ہے کہ صدر رابطہ ادب اسلامی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی اور سکریٹری رابطہ جناب مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی علالت کی وجہ سے جلسہ میں شریک نہیں ہو سکے چنانچہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی نے لکھنؤ سے ایک مفصل پیغام بھیجوایا۔

مولانا محمد رابع حسنی ندوی کا پیغام

جس میں فرمایا کہ دارعرفات کا یہ ادارہ ایک اہم موضوع پر سیمینار منعقد کر رہا ہے، یہ سیمینار عالمی رابطہ ادب اسلامی کے ہندوستانی مرکز کے تعاون سے منعقد کیا جا رہا ہے، اس کا موضوع بڑا اہم موضوع ہے، اردو وعربی میں رزمیہ شاعری کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے، اس سے جذبات میں تیزی پیدا ہوتی ہے، اور بامقصد حوصلے کو مہمیز ملتی ہے، شعراء نے اس صنف شاعری کے ذریعہ ملت کی بڑی خدمت انجام دی ہے، یہ رزمیہ شاعری طویل نظموں میں مثنوی کے طریقہ کار پر سینکڑوں وہزاروں اشعار میں ملتی ہے، اور قدرے مختصر نظموں میں بھی ملتی ہے، اور رزمیہ کے طرز پر ملی اور دینی احساسات کو ابھارنے کے لئے نظموں کی شکل میں بھی شاعری کی گئی ہے، علامہ شبلی نعمانی کی نظمیں اور مولانا حالی کی مسدس اور امت کا عرض حال یہ نوجوانوں اور دینی جذبات رکھنے والوں کے دردزبان رہا ہے، اور ملی عزت وشوکت کی تمناؤں کو ابھارتا رہا ہے، اس کے علاوہ جو شاہنامے لکھے گئے جن میں تاریخ اسلام کے کسی مختصر یا طویل دور کو مؤثر انداز میں پیش کیا گیا ہے، یہ سب اہل احساس اور ملی درد رکھنے والوں کے لئے ملی غیرت اور حمیت کا ذریعہ رہا ہے، اور خود اس علاقہ دائرہ شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ میں رہنے والے خاندان حسنی کے ایک بزرگ مولانا سید عبدالرزاق کلامی جو حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے ننیہالی خاندان کے ایک بزرگ تھے، نے واقدی کی فتوح الشام کو اردو نظم میں صمصام الاسلام کے نام سے منتقل کیا جس کو خاندان کے گھروں میں ایسے موقعوں پر پڑھا جاتا تھا جب حالات کے اثر سے احساسات مجروح ہوتے تھے، اس سے دلوں کو تقویت ملتی تھی۔ اس کے علاوہ خاندان کاندھلہ کے ایک محترم شخص کی گلزار ابراہیم بھی پڑھی جاتی تھی، یہ صنف شاعری ملت کے درد کا ایک طرح سے درماں تھی، اب کچھ عرصہ سے ادھر توجہ کم نظر آتی ہے، آج کا ہمارا یہ سیمینار اس کا جائزہ لیگا اور اہل فکر وتحقیق اپنا اپنا مطالعہ پیش کریں گے، ہم امید کرتے ہیں کہ ادب اسلامی کے موضوع پر یہ ایک اچھا قدم ہوگا، ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ادب اسلامی کے دائرہ میں یہ ایک اچھا تعمیری کام ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کو مفید بنائے اور کامیاب کرے۔

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کا خطاب

صدر جلسہ مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ادب کی بڑی اہمیت ہے، اور اس میں بڑی طاقت ہے، نہ صرف یہ کہ ادب قوموں کی رہنمائی کر سکتا ہے بلکہ پوری قوم کے دھارے کا رخ موڑ سکتا ہے، خاص طور سے اس کی صنف شاعری میں نثری ادب سے زیادہ طاقت اور کشش ہوتی ہے، اور اس نے ہندوستان کی جنگ آزادی میں بڑا موثر کردار ادا

Editor : Shamsul Haq Nadwi

کیا ہے، اردو شعراء مولانا حالی، علامہ شبلی، اکبر الہ آبادی اور علامہ اقبال وغیرہ نے اپنے اشعار سے ملت اسلامیہ کے شعور کو بیدار کیا، اور ان میں آزادی کی تحریک پیدا کی، ملی احساسات کی ترجمانی اور قومی شعور کی بیداری میں ان شعراء کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، اور تاریخ میں ان کا نام زریں حروف میں لکھا جائیگا۔

مولانا موصوف نے موجودہ اردو شعراء کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اپنے شعراء کرام سے مطالبہ اور اصرار کریں گے کہ وہ اپنے اشعار کے ذریعہ مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد اور ان میں ملی غیرت و دینی حمیت کو بیدار کریں، اور ان کو ان کا قائدانہ کردار یاد دلائیں، اگر مسلمان اتحاد و اتفاق اور اخلاص سے کام لیتے ہوئے برادران وطن کے سامنے عملی نمونہ پیش کریں تو اس سے ان کو قیادت پھر سے مل سکتی ہے۔

مولانا نے سلسلۂ کام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ادب دودھاری تلوار کی مانند ہے، اس سے تعمیر کا کام بھی لیا جاسکتا ہے، اور تخریب کا بھی، اگر اس کا استعمال صحیح ہو تو یہ انسانیت کے لئے مفید ہے، اور اگر اس کا استعمال غلط ہو تو پھر پوری انسانیت کے لئے مضر ہے، اس سے اخلاق سدھارے بھی جاسکتے ہیں اور بگاڑے بھی جاسکتے ہیں، اب یہ ادباء و شعراء کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسکے ذریعہ اصلاح اخلاق اور تہذیب نفوس کا کام لیں، نہ کہ افساد اخلاق اور تخریب کا۔ پروفیسر طفیل احمد مدنی صاحب نے اپنے تأثرات پیش کئے۔ اخیر میں مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی نے مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ہم رائے بریلی کی سرزمین نے بڑے بڑے ادباء اور شعراء پیدا کئے ان میں چار نام بہت نمایاں ہیں، ایک مولانا حکیم سید فخر الدین خیالی کا، دوسرے صاحب صمصام الاسلام مولانا عبدالرزاق کلامی، تیسرے مولانا سید ابوالخیر برق، چوتھے مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کا کچھ کلام مطبوع تو ہے لیکن ابھی بہت کچھ غیر مطبوع ہے، کوشش کی جائے گی کہ آپ کا بقیہ کلام بھی شائع ہو، اور اسی دار عرفات کی طرف سے شائع ہو۔

مولانا نے مسلم ادیبات کا بھی تذکرہ کیا، اور اردو شاعری میں ان کی خدمات کو سراہا، ان میں خاص طور پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ سیدہ خیر النساء بہتر اور ہمشیرہ لمۃ اللہ تسنیم صاحبہ قابل ذکر ہیں۔

اس کے بعد مقالات کی نشستیں شروع ہوئیں، اور تین نشستوں میں مجموعی طور پر اٹھارہ مقالے پڑھے گئے۔ مقالات کی پہلی نشست کی صدارت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے فرمائی جب کہ دوسری اور تیسری نشست کی صدارت ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی اور ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی نے کی اور اختتامی نشست کی صدرات کے فرائض مولانا سلمان الحسینی نے انجام دیئے۔

مقالوں اور مقالہ نگاروں کی تفصیل کے لئے رابطہ کے ترجمان سہ ماہی کاروان ادب کا انتظار فرمائیں۔

☆☆☆

(صفحہ ۱۵ کا بقیہ)

شراب ابھی تک حرام نہیں ہوئی تھی، مدینہ منورہ کے مختلف گھروں میں اس کے دور چل رہے تھے، اللہ کے رسول ﷺ کے منادی نے اعلان کیا کہ شراب حرام کردی گئی، جیسے ہی کانوں میں آواز پڑی، لبالب جام منہ سے ہٹا دیئے گئے، شراب کے مٹکے توڑ دیئے گئے، حدیث میں آتا ہے کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب بہہ رہی تھی، نبی ﷺ کی طرف سے ایک اعلان کافی تھا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ''کسی نے پلٹ کر دیکھا نہ پوچھا'' جب صاف صاف فرمان رسالت سامنے ہے تو تردد کیسا!

فتح کا دوسرا دن ہے، نبی اکرم ﷺ طواف کررہے ہیں، فضالہ بن عمیر نے موقع دیکھ کر ارادہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کو قتل کرڈالے، جب وہ اس ارادے سے قریب پہونچا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کیا فضالہ آتا ہے؟'' فضالہ نے کہا ''ہاں''! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے دل میں ابھی کیا ارادہ کررہے تھے؟ فضالہ نے کہا ''کچھ نہیں'' میں تو اللہ اللہ کررہا تھا'' نبی اکرم ﷺ یہ سن کر ہنس پڑے اور فرمایا: ''اچھا تم اپنے خدا سے اپنے لئے معافی کی درخواست کرو'' یہ فرما کر اپنا ہاتھ بھی اس کے سینہ پر رکھ دیا۔

فضالہ کا بیان ہے کہ ہاتھ رکھ دینے سے مجھے اطمینان قلب حاصل ہوا، اور آنحضرت ﷺ کی محبت اس قدر میرے دل میں پیدا ہوگئی کہ حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہ رہا۔

محبت کا امتحان آزمائش اور تقابل کے وقت ہوتا ہے، صحابہ اس کسوٹی پر پورے اترے، انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی محبت سے آگے سب کچھ قربان کردیا، آپ ﷺ کے فرمان کے بعد سب کچھ فراموش کردیا، انھوں نے صرف زبانی محبت نہیں کی اپنے دلوں کو محبت رسول کا مرکز بنایا۔ محبت رسول ﷺ کے بارے میں صحابہ کا اسوہ امت کے سامنے ہے وہ سرتاپا مثل تھے، ☆☆☆

ماہ ربیع الاول کی مناسبت سے ایک خصوصی مضمون

رحمت عالم ﷺ

مولانا سید محمد واضح رشید ندوی صاحب
(صدر شعبۂ عربی دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وعلی آلہ وصحبہ واجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین، وبعد

علم کی تاریخ میں اس سے بڑی کذب بیانی، اور غلط ترجمانی، اور گمراہ کن رویہ کی مثال ملنا مشکل ہے جتنی کذب بیانی، افترا پردازی، سیرت پاک کے سلسلہ میں مغربی اہل قلم کی تحریروں میں ملتی ہے، یہ بات اس وقت تو قابل فہم ہے جب علم آزاد نہ تھا، اور علم پر کلیسا کے رنگین گہرے پردے پڑے ہوئے تھے لیکن کلیسا سے آزاد ہونے کے بعد علم کی یہ جانبداری اور کلیسا سے بغاوت کے بعد نبی اسلام اور اسلام کے بارے میں اس کلیسائیت کا مظاہرہ، اہل علم کی علمی تحقیقات، اور استناج کو مشکوک بنا دیتا ہے۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض محققین جو اپنے علوم و معارف میں حجت سمجھے جاتے ہیں، اور بات بہت ناپ تول کے کہتے ہیں، اور بڑی گہرائی تک جاتے ہیں وہ بھی جب سیرت پاک، قرآن، حدیث، یا اسلامی موضوعات پر آتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کو صلیبیت یا یہودیت کا زبردست کرنٹ لگا اور وہ ہوش حواس کھو بیٹھے، اور غیر معقول بات جو خود ان کے بتائے ہوئے اصول وضوابط کے خلاف ہے ان کے قلم سے نکل گئی، اور بعض اپنے اس جذبہ کا اظہار بھی کر بیٹھتے ہیں، اور اس ایذا رسانی کا علمی جواز بھی پیش کرتے ہیں۔

''اس میں شک نہیں کہ اس بڑی تعداد میں کچھ انصاف پسند بھی ہیں، مگر جو تصورات اور تأثرات خاندانی ماحول اور سماج میں اور علم کے حصول کے دوران ان کے ذہنوں میں قائم ہوئے اور اب وہ لاشعور میں دفن ہوگئے وہ جھلک جاتے ہیں۔

ان افترا پردازیوں میں ایک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جنگی مزاج کا دعویٰ ہے جو ان کی طبیعت کی الٹی تصویر ہے، اس بات کو یورپ کے اہل قلم اس قوت سے دہراتے رہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ معلوم ہوتی ہے، حالانکہ صرف جنگوں کی تفصیل میں جایا جائے تو وہ اس عہد کے ماحول اور عالمی حالات کے تناظر میں ناقابل ذکر بات ہے، حقیقت یہ ہے کہ رسول پاک کی زندگی میں جنگ اور انتقام یا تشدد کی کارروائی کا مقابلہ کیا جائے، تو محبت، امن، اور خیتوں اور تکلیفات کو جھیلنے اور زیادتی کرنے والوں کو معاف کرنے کا عنصر غالب نظر آئے گا، اور وہی اس کی بنیادی خصوصیت معلوم ہوگی، خود آپ نے فرمایا ہے کہ بعثت لأتمم مکارم الاخلاق،

(موطا امام مالک)

سب سے بڑی دلیل اس عصر کے دشمنوں کا خود تاثر ہے جو جنگ پر آمادہ تھے، اور ہر طرح کی ایذا رسانی ان کو گوارہ تھی، ان سے جب بھی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا گیا، تو ان کے بارے میں گسرئی، قیصر، نجاشی کے دربار میں جو کچھ اوصاف بیان کئے وہ سب سے بڑی دلیل ہے، انھوں نے ان پر کبھی ظلم کا الزام نہیں لگایا، جو لوگ قتل کے ارادے سے نکلے اور تھوڑی دیر گفتگو کے بعد واپس ہوئے ان کے تأثرات سب سے بڑی گواہی ہیں جو علمی اعتبار سے قابل اعتبار ہیں۔

قرآن کریم نے ان کو رحمت للعالمین کے وصف سے یاد کیا، اور یہ ان کی سب سے بڑی خصوصیت بتائی، وہ کہتا ہے:

''فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ، (سورہ آل عمران-۱۵۹)

''پھر یہ اللہ کی رحمت ہی کے سبب سے ہے کہ آپ ان کے ساتھ نرم رہے اور اگر آپ تند خو سخت طبع ہوتے تو وہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہوگئے ہوتے، سو آپ ان سے درگزر کیجئے اور ان کے لئے استغفار کردیجئے اور ان سے معاملات میں مشورہ لیتے رہئے، لیکن جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ رکھئے، بیشک اللہ ان سے محبت رکھتا ہے جو اس پر بھروسہ رکھتے ہیں۔''

اسی طرح آپ کی مجالس کے بارے میں ایثار وقربانی، رحمدلی، تواضع کی صفات بیان کیں:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا، مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ

Editor : Shamsul Haq Nadwi

السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهُ فَاٰزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (سورہ الفتح:۲۹)

''وہ اللہ وہی تو ہے جس نے اپنے پیمبر کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے اور اللہ کافی گواہ ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیمبر ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ تیز ہیں کافروں کے مقابلہ میں (اور) مہربان ہیں آپس میں، تو انہیں دیکھے گا (اے مخاطب) کہ (کبھی) رکوع کررہے ہیں (کبھی) سجدہ کررہے ہیں، اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں، ان کے آثار، سجدہ کی تاثیر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں، یہ ان کے اوصاف توریت میں ہیں، اور انجیل میں ان کا وصف یہ ہے کہ وہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی، پھر اس نے اپنی سوئی کو قوی کیا، پھر وہ اور موٹی ہوئی، پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کسانوں کو بھی بھلی معلوم ہونے لگی، یہ نشو ونما صحابہؓ کو اس وجہ سے دیا تاکہ کافروں کو ان سے جلائے، اور اللہ نے ان سے جو ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نیک کام کئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کررکھا ہے۔''

اس رحم دلی کی سب سے بڑی مثال فتح مکہ کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان ہے، جب جنگوں کی تاریخ اور خود عصر حدیث میں عیسائیوں کے غلبہ کی تاریخ مفتوحہ قوم کے ساتھ سخت قسم کے انتقام اور سفاکانہ رویہ کی ہے، رومیوں نے ایسا کیا تو کیا وہ پرانی بات ہے لیکن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام لگانے والوں نے اپنی فتح کے موقع پر مفتوحہ قوموں کے ساتھ صلیب کے سایہ میں کیا کیا وہ خود ان کی تاریخوں میں محفوظ ہے، انیسویں اور بیسویں اور اکیسویں صدی میں ان تہذیب اور انسانیت کا دم بھرنے والوں نے جو کیا وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔

طائف والوں نے جیسی اذیت پہنچائی لیکن جب فرشتے نے عذاب کی بات کی تو آپؐ نے منع فرمایا اور کہا کہ ان کی اولاد ہوسکتا ہے حق قبول کرے، اس شہر میں جہاں کوئی ظلم وزیادتی ایسی نہیں ہے جو اس پاک ذات پر جس کو وہ صادق وامین کہتے تھے نہ کی گئی ہو اس شہر کے لوگوں نے ان پر جنگ بھی تھوپی، ان کے خلاف سازشیں بھی کیں، اس کے فتح ہونے پر یہ کہا گیا الیوم یوم المرحمۃ، اور جس سے سب سے زیادہ دشمنی کی، اس کے بارے میں کہا گیا جو اس کے گھر میں پناہ لے وہ محفوظ ہے، اس کے بعد عام معافی کا اعلان، ایسی فتح اور ایسے فاتح کی تاریخ میں مثال نہیں مل سکتی، وہ واقعی رحمۃ للعالمین تھے، پھر آخری خطبہ میں مساوات انسانی کا اعلان کن الفاظ میں کیا گیا۔

''سب آدم کی اولاد ہیں، اور آدم مٹی سے ہیں، کسی کو کسی پر امتیاز حاصل نہیں، امتیاز کی بنیاد صرف خدا کا خوف ہے۔''

اس ذات کے بارے میں جو غلبہ کے وقت، قوت کے وقت طاقت کے استعمال کے بجائے عفو ودرگزر کا رویہ اختیار کرے، جو خادموں تک سے سخت لہجہ میں بات نہ کرے، جو جانوروں تک کے بارے میں رحم کا معاملہ کرنے کا حکم دے، اس کے بارے میں ان علم کے دعویداروں کی ہفوات ان کے علم کا پول کھول دیتی ہیں، اور ان کے موضوعیت کے دعوی کے کھوکھلے پن کو ظاہر کرتی ہیں۔

مسلمانوں سے غلطی یہ ہوئی کہ انھوں نے غزوات کو زیادہ توجہ کا موضوع بنایا، اور سیرت پاک کے غالب عناصر کو اس تفصیل سے نہیں پیش کیا، اور سیرت پاک پر مختلف زبانوں میں تفصیل سے پیش نہیں کیا، اور ختم نبوت اور نبوت کے اثبات پر زیادہ بحثیں کیں، سیرت کے رحم، محبت، انسانیت، بشری خصوصیات اور ملکوتی صفات کو پیش کیا جاتا تو اس سے وہ مقصود بھی حاصل ہوجاتا، اب جب کہ پھر یورپ سے آندھیاں اٹھنے لگی ہیں، اور وہ موضوع پھر قوت کے ساتھ پیش کیا جانے لگا ہے ضرورت ہے کہ سیرت پاک اس رنگ میں پیش کیا جائے کہ وہ انسانیت کے لئے اس ظلماتی عہد میں کس طرح نجات کا ذریعہ بن سکتی ہے اور انسانیت اس سے کس طرح بیدار ہوسکتی ہے۔

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

کے قلم سے

سیرت پاک پر مضامین کا

ایک نیا مجموعہ

سیرت محمدی ﷺ

انسانیت کے لئے اعلیٰ نمونہ

جس میں محسن انسانیتؐ کی حیات طیبہ کے ان گوشوں کو اجاگر کیا گیا ہے جن میں عالم انسانیت کے لئے رہنمائی ورہبری موجود ہے۔

مقدمہ:—— مولانا سید محمد واضح رشید ندوی

صفحات —— ۴۴—— قیمت ۱۵/روپے

ناشر

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ

عشق نے آباد کرڈالے ہیں دشت وکوہسار

مدرسہ عربیہ تجوید الفرقان مسونی کالنجر ضلع باندہ

☆ مولانا محمد خالد ندوی

ہمارے جامعہ عربیہ ہتھورا کے ساتھی اور دوست سید محمد صدیق صاحب مظاہری جو حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب مظاہری باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور عزیز بھی ہوتے ہیں، چند سال قبل جامعہ باندہ ہتھورا سے تقریباً ساٹھ کلومیٹر کے فاصلہ پر نہایت کوردہ علاقہ میں جہاں جہالت عام ہے لوگ روزہ نماز تو کیا کلمہ سے بھی ناواقف تھے جس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ یہاں کے قصبہ کالنجر میں جو مدرسہ سے تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے اس قصبہ کی مسجدوں میں سے کُل دو مسجدوں میں نماز ہوتی ہے، یہی ہمارے دوست سید محمد صدیق کا وطن بھی ہے لہذا انھوں نے اپنے استاذ ومرشد یعنی قاری صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اور ان کے مشورہ سے اپنے اہل وطن ہی کی اصلاح وتعلیم وتربیت کے خیال سے بڑی بے سروسامانی کے عالم میں مدرسہ قائم کیا جہاں کا حال یہ ہے کہ غربت عام ہے لوگ مدرسہ کو چندہ تو کیا دیتے بچوں کا چندہ ہی بڑی مشکل سے دیتے ہیں (یعنی بہت سمجھانے پر اپنے بچوں کو مدرسہ میں بھیجتے ہیں)، اللہ تعالیٰ نے خلوص میں بڑی برکت رکھی ہے، سید محمد صدیق صاحب پورے شوق لگن کے ساتھ کام کرتے رہے اور ہمت نہیں ہاری جس کے نتیجہ میں مدرسہ ماشاء اللہ اتنی ترقی کرگیا کہ اب اس کا عالمی شہرت کے حامل دارالعلوم ندوۃ العلماء جیسے ادارہ سے تقریباً تین سال قبل الحاق بھی ہوگیا ہے اور حفظ و پرائمری درجات کے علاوہ عربی میں ریاض الصالحین تک کی تعلیم ہوتی ہے جس کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کی اصطلاح میں عالیہ اولیٰ (عربی کا پانچواں درجہ) کہا جاتا ہے اس درجہ کے طلبہ سالانہ امتحان ندوہ ہی میں آکر دیتے ہیں اور نمایاں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

ہمارے دوست سید محمد صدیق صاحب ناظم مدرسہ کا عرصہ سے اسرار تھا کہ مدرسہ حاضری دوں نظام کو دیکھوں مدرسہ کے اساتذہ جن میں بڑی تعداد ندوی فضلا کی ہے ان کی رہنمائی کروں مشورے دوں لیکن دارالعلوم ندوۃ العلماء کی ذمہ داریوں اور دیگر اسفار کی وجہ سے اس کا موقع دیر میں ملا چنانچہ ۲۴/اپریل کو راقم اور مولانا سید عبداللہ محمد الحسنی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء اس مدرسہ میں حاضر ہوئے۔ مدرسہ کے نظام تعلیم و تربیت کو دیکھ کر طبیعت کھل گئی اور اپنی تاخیر سے حاضری پر افسوس ہوا کہ ایسے جفاکش اور مخلص دوست ودینی کارکن کی دعوت کو عرصہ سے کیوں ٹالتا رہا ہمارے دوست دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سینئر استاذ حدیث اور معارف الحدیث کی آٹھویں جلد کی تکمیل کرنے والے مولانا محمد زکریا سنبھلی کے ہتھورا باندہ کے اس وقت کے شاگرد بھی ہیں جب مولانا زکریا صاحب وہاں استاذ اور کہنا چاہئے کہ حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحبؒ کے دست راست تھے۔

ہم لوگوں کی آمد کی خبر سن کر جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ کے اساتذہ جناب حافظ ضیاء الدین اعظمی، حافظ جواد الحق صاحب، مولانا عبد الرحمن صاحب، مولانا طلحہ صاحب آگئے تھے جن سے مزید خوشی ہوئی، جمعہ کے بعد طلبہ کی انجمن بزم سرور کی طرف سے تعلیمی مظاہرہ ہوا جس کی صدارت راقم الحروف نے کی، طلبہ نے بہت سلیقہ سے اردو اور عربی کا پروگرام پیش کیا۔

بچوں کے پروگرام سے سبھی لوگ متاثر ہوئے اسی دن مغرب بعد جلسہ عام کا انعقاد ہوا جس میں مضافات کی بستیوں کے لوگ بھی شریک ہوئے، راقم الحروف کے خطاب کے بعد مولانا عبداللہ محمد الحسنی صاحب کی صدارتی تقریر ہوئی صبح کی نشست میں مولانا طلحہ صاحب کی تقریر ہوئی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے دوست کا حوصلہ بلند رہے، وہ ہمت سے کام کرتے رہیں خاص طور سے اس وقت جب کہ بعض خاص اسباب کی وجہ سے اس وقت مدرسہ مالی بحران سے دوچار ہے، مدرسہ کا ماہانہ خرچ تقریباً ۸۰/ہزار روپئے ہیں تقریباً ڈھائی سو طلبہ دارالاقامہ میں رہتے ہیں جن کی کفالت مدرسہ ہی کرتا ہے، یہ مدرسہ ہر طرح تعاون کا مستحق ہے امید ہے کہ اہل خیر حضرات کی توجہ سے مدرسہ کی ضروریات پوری ہوسکیں گی۔

إن الله لا يضيع أجر المحسنين

Editor : Shamsul Haq Nadwi

ایک انوکھا واعظ:

مولانا محمد پالن حقانی مرحوم

• رئیس التحریر

معروف واعظ و داعی مولانا محمد پالن حقانی بھی اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔ رہے نام اللہ کا ! وہ کسی مدرسے سے فارغ نہیں تھے، ان کی روایتی طرز کی تعلیم بھی نہیں ہوئی تھی۔ مگر اللہ کی دین ہے۔۔۔ اس کی ذات قادر مطلق ہے۔۔۔ جس کا چاہے، سینہ علم دین کے لئے وہ کھول دے تو اللہ کی قدرت کی ایک ایسی ہی نشانی تھے حقانی صاحب! مدرسے کی تعلیم تو جانے دیجئے، ان کی عصری تعلیم واجبی حد تک بھی شاید نہ رہی ہو۔ مگر ایک صاحب دل کی نگاہ کیمیا اثر پڑی اور دل کی دنیا بدل گئی۔ ''کایا پلٹ'' ہونا پڑھا تو تھا، حقانی صاحب کی زبانی ان کے احوال زندگانی سن کر سمجھ میں آتا تھا کہ کایا پلٹ کہتے کسے ہیں، اس کی ایک زندہ مثال تھے حقانی صاحب! واعظین اور ماشاء اللہ ایک سے ایک شیریں بیان واعظین کو سننے کا اتفاق ہوتا ہی رہتا ہے۔ مگر حقانی صاحب ایک انوکھے واعظ تھے۔ دورانِ وعظ قرآن پاک پڑھتے تو ایک سماں بندھ جاتا پھر ان آیتوں کا حوالہ۔۔۔ اور آیات کریمہ کا ہی نہیں، احادیث مبارکہ اور مستند فقہی کتابوں کے بھی حوالجات بیان کرتے چلے جاتے۔ جلد نمبر، صفحہ نمبر سب کچھ ایک سانس میں بیان کرتے اور سننے والوں کو انکی خداداد قوت حافظہ پر رشک آنے لگتا۔ اپنی تقریر کا آغاز وہ ایک نعت سے کیا کرتے، جس کا پہلا بند یہ ہوا کرتا:

آمد ہے کس کی حوریں بھی گا رہی ہیں آج
افلاک پر کیوں دھوم مچی جا رہی ہے آج
ہر لب سے مرحبا کی صدا آ رہی ہے آج
تشریف کیا نبی کی چلی آ رہی ہے آج
رحمت قسم خدا کی لٹی جا رہی ہے آج
پڑھ لو درود مونو نچھر کیا کمی ہے آج

ان کے وعظ کا اعلان ہوتا تو ہجوم امڈ پڑتا۔ راقم الحروف نے جب سے ہوش کی آنکھیں کھولیں تو اس نے سب سے پہلا بڑا مجمع اس وقت دیکھا جب ۱۹۷۰ء میں خان عبدالغفار خان ہمارے اسکول گراؤنڈ پر ایک جلسے کو خطاب کرنے آئے تھے اور اسکول گراؤنڈ زبان حال سے اپنی تنگ دامانی کا شکوہ کر رہا تھا، پھر دوسرا بڑا مجمع اس وقت دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا جب ڈاکٹر ذاکر حسین صدر جمہوریہ ہند کی حیثیت سے ہمارے کالج کی ایک عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کی غرض سے تشریف لائے تھے۔۔۔ اس کے بعد اتنا بڑا مجمع حقانی صاحب کے وعظ ہی میں دیکھا۔۔۔ کیا مرد اور کیا خواتین، کیا موافق اور کیا مخالف، کیا بچے اور کیا بوڑھے، سبھی جوق در جوق چلے آ رہے ہیں۔۔۔ متعینہ موضوع پر قرآن و حدیث اور مستند فقہی کتابوں کے حوالوں سے مزین ان کی تقریر جاری رہتی اور اتنا بڑا مجمع ہمہ تن گوش رہتا۔ دوران تقریر ان کے ''صفحہ نمبر'' کے بیان کا ذکر گذشتہ سطروں میں آ ہی گیا، اسی کے ساتھ ان کی تقریر کی ایک اور خصوصیت تھی اور وہ تھی حقانی صاحب ہی کے اپنے لفظوں میں ''بغیر صفحہ کی''۔۔۔ یعنی دوران تقریر وہ کوئی چٹکلہ سناتے تو اسکو ''بغیر صفحہ کا'' کہہ کر سناتے۔ لیکن لطف یہ ہوتا کہ وہ چٹکلہ بھی تقریر کے سیاق ہی میں ہوتا اور سننے والوں کو قہقہ زار بنا دیتا۔۔۔ پھر وہ چٹکلے عوام میں ایسے عام ہوتے کہ ہفتوں مہینوں ان کی بازگشت سنائی دیا کرتی۔ طنز و مزاح سے بھرپور یہ چٹکلے عوام کی ذہن سازی میں بڑا کام دیتے۔

حقانی صاحب نے اپنی عمر عزیز کا بہت بڑا حصہ کتاب و سنت کی ترویج و اشاعت میں لگایا اور لوگوں نے اپنی آنکھوں سے ان کوششوں کے مفید نتائج و ثمرات بھی دیکھے اور عقائد و اعمال میں اصلاح جیسا بنیادی اور ٹھوس کام اللہ رب العزت نے ان کے ہاتھوں لے لیا۔ ان کی تقریروں کے موضوع عقائد و اعمال کی اصلاح سے متعلق ہوا کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ اصلاح کا کام بڑے دل گردہ کا کام ہے۔ یہ بڑی ہمت اور حوصلہ چاہتا ہے، یہ کام بہتے ہوئے دھارے کے رخ کو موڑنے کا کام ہے، اس میں مخالفتیں بھی ہوتی ہیں اور مزاحمتیں بھی۔۔۔ چنانچہ حقانی صاحب کو بھی ایسے مراحل سے گزرنا پڑا۔

ایک زمانے میں ان کی کتابوں میں سے ایک کتاب ''شریعت یا جہالت'' کی عوام میں بڑی دھوم رہی اور گجراتی زبان کے علاوہ اردو زبان میں اسکے کئی کئی ایڈیشن شائع ہوئے اور ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔

حقانی صاحب ان شخصیتوں میں سے تھے جن کی باتیں مدتوں یاد رہتی ہیں۔ سو بات کی ایک بات یہ ہے کہ حقانی صاحب کی زندگی یہ بتاتی اور یہ سبق یاد دلاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت اور کتاب و سنت کی ترویج و اشاعت اور ان کی دعوت ایسے ہاتھوں سے بھی لے لیا کرتا ہے جن کی طرف ظاہر بینوں کا نہ دھیان جا سکتا ہے اور نہ ان سے خدمت دین کے کام لئے جانے کا گمان ہو سکتا ہے۔ لیکن سبحان تیری قدرت اور اللہ رے تیری شان! اللہ تعالیٰ مولانا حقانی کی بھرپور مغفرت فرمائے اور ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے۔ (اللھم اغفرلہ وارحمہ)

☆☆☆

مولانا عبدالقادر گجراتی ندوی کی اطلاع کے مطابق مشیرہ بوہرہ ویجاپوری کا انتقال ہو گیا۔ مرحومہ کے خاندان کا معروف بزرگ مولانا شاہ محمد عبدالرحیم صاحب مجددیؒ سے ارادت مندانہ تعلق رہا ہے۔ قارئین کرام سے مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

Resi : 2268177
Mobile : 9415002535
Shop : 2213736
2500667

سونے اور چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ

پروپرائٹر: محمد اسلم

Haji Safiullah
Jewellers

Opp. Gadbad Jhala, Aminabad, Lucknow.-18

Shop: 260890
Resi: 269562

MOHD. IRFAN
PROPRIETOR

NEW KAREEM JEWELLERS

نیو کریم جویلرس

دوکان نمبر ابلد مارکیٹ ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ لکھنؤ

تاریخ تدوین حدیث

محدث جلیل مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ کے قلم سے، تدوین حدیث کی تاریخ کا بہترین مرقع، حدیث کا ذوق پیدا کرنے والی بہترین کتاب۔

صفحات: ۲۴۲ قیمت: -/60

ملنے کا پتہ: مکتبہ ندویہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مجلس تحقیقات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

Fac 91-512-2462039
2462311
Resi: 2451177

Paradise

LEATHER FINISHERS

Manufacturers & Suppliers Of Finished Leather & Leather Goods

E-Mail:
PLFsajid1@Radiffmail.com
PLFsajid1@ Datainfosys.net

MIG-37, K.D.A. COLONY, JAJMAU KANPUR-208010

ممبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے

ممبئی کے قارئینِ ''تعمیر حیات'' سے گذارش ہے کہ ''تعمیر حیات'' کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants

44, Haji Building, S.V. Patel Road,
Null Bazar, Mumbai 400 003
Tele: Add CUPKETTLE Tel.: 3460220, 3468708
Tel. (R) 3095852

۱۲ نمبر اور ۱۲ نمبر کی اسپیشل چائے استعمال کیجئے